ان اللہ یأمر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربیٰ وینھی عن الفحشاء والمنکر

ملفوظات [illegible] سلسلہ میں پہلا نمبر

(حصہ اول)

خطبات کریمیہ

یعنی

(حضرت مخدوم الملت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے خطبات)

جن کو

خاکسار یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم و مرتب تفسیر القرآن نے سن کر لکھا اور خود مرتب کر کے قوم میں

ان خطبات کی اشاعت اور ترویج کے لئے اپنے اخبار الحکم سے لیکر بارہ ۱۲ بارہ خطبوں کا ایک

رسالہ کی صورت میں لکھا اور ان میں سے

پہلا رسالہ

مطبع انوار احمدیہ قادیان دارالامان میں چھپوا کر

شائع کیا

جون ۱۹۰۵ء

بار اول — تعداد جلد ۵۰۰ — قیمت علاوہ محصولڈاک ۲/

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عرض حال

خدا شاہد ہے میرے دل میں گر کچھ بھی شرارت ہو
مگر دیکھا نہیں جاتا کہ اپنی قوم غارت ہو

میں اپنے محترم بھائی شیخ احمد حسین صاحب احمدی جرنلسٹ کی اس رائے سے بالکل متفق ہوں کہ
فن تصنیف وتالیف میں شرارت یہی ہو سکتی ہے کہ لوگوں کو ٹھگنے یا اپنے زبوں خیالات پھیلانے کے لئے
یا بغرض شہرت طلبی آئے دن کوئی نہ کوئی کتاب یا رسالہ رطب ویابس مضامین سے پر ترتیب دیکر شائع
کرتے رہیں اور اسکی ذرا پرواہ نہ کریں کہ ناظرین پر اسکے پڑھنے سے اچھا اثر پڑیگا یا برا۔ **حقیقت** میں اگر
کوئی شخص اس امر کو مد نظر نہ رکھتا ہوا کوئی تصنیف یا تالیف کرتا ہے تو وہ میری اپنی رائے میں قوم اور نوع
انسان کا دشمن ہے۔ اور میں محض خدا تعالےٰ کے فضل وکرم پر بھروسہ کرکے جرأت سے کہہ سکتا ہوں کہ آجتک
کوئی رسالہ یا کتاب میرے ہاتھوں سے ترتیب پا کر ایسی نہیں نکلی جو قوم کے لئے مفید اور ضروری نہ ہو اور جسکا قرآن
کریم کی خدمت اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور خدا کے برگزیدہ مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جلالت شان
اس سے مقصود نہ ہو جن لوگوں نے سالانہ جلسہ کی رپورٹ۔ الانذار اصلاح النظر وغیرہ چھوٹے بڑے
رسالہ اور **تفسیر القرآن** جسکی ترتیب پر مجھ بجائے خود ناز ہے پڑھی ہے وہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سلسلہ تالیف
وتصنیف میں میرا کیا مسلک رہا ہے۔ میں جہانتک اللہ تعالےٰ نے مجھے سمجھ دی ہے ہمیشہ اسبات کی ٹوہ میں
لگا رہتا ہوں کہ ان ضروریات کو محسوس کروں جو آج مسلمانوں اور خصوصیت سے احمدیوں کو ہیں۔ اور ساتھ
ہی جب میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مساعی جمیلہ کو جو انہوں نے کتاب وسنت کی خدمت کیلئے
(باوجودیکہ پریس کی برکت اسوقت نہ تھی) کی ہیں دیکھتا ہوں۔ تو اس زمانہ میں جبکہ ہر قسم کی سہولتیں اور اسباب
میسر ہیں میرا دل چاہتا ہے کہ مجھسے بھی اسی قسم کی **خدمات** ہوں۔ یہی وجہ ہے جو آئے دن میں کسی نہ کسی جدید مگر
مفید قوم تالیف کی فکر میں رہتا ہوں۔ اسی خواہش اور مقصد کے نتائج میں سے یہ رسالہ بھی ہے۔
میں چاہتا تھا کہ اسکے دیباچہ میں ان امور پر بحث کروں جو **خطبات** کی اصل غرض ہوئے تھے اور جو

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

سفینۃ النوح یا کشتی بیعت

واصنع الفلک باعیننا و وحینا ولا تخاطبنی فی الذین ظلموا انہم مغرقون ؕ (سورۃ ہود)

تو ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا اور ان بدکارون اور شریرون کی بابت ہمسے ذکر نہ کر۔ اور اُن ظالمون کی نسبت بات چیت نہ کر۔ یہ اپنی شرارتون اور شیطنتون کا مزا چکھین گے۔ اور یقیناً یقیناً غرق ہوجائینگے نوح علیہ السلام نے اللہ تعالےٰ کے اس اشارہ کے موافق کشتی بنانی شروع کی منکر اس کو دیکھ کر تمسخر کرتے۔ اور ہنسی اُڑاتے۔ مگر نوح علیہ السلام اُن سے کہدیتے کہ سُنو! تم بھی ٹھٹھا کرتے ہو۔ ہم بھی ٹھٹھا کرتے ہین (یعنے تم میری اس حرکت پر ہنسی اُڑاتے ہو۔ اور اس کو مخول اور فضول قرار دیتے ہو۔ اور مین تمہاری اِس حماقت اور عجب پر ہنستا ہون۔ کہ تم خدا تعالیٰ کی باتون کو کس دل اور گُردے کے ساتھ لغو قرار دیتے ہو) لیکن یاد رکھو۔ اور خوب یاد رکھو۔ کہ وہ وقت عنقریب آتا ہے کہ ثابت ہو جائیگا کہ ٹھٹھا کرنے مین کون سچّا تھا؟ تم یا مین۔ تم اپنی آنکھون سے دیکھ لوگے۔ کہ ایک عذاب آسمان سے اتر کر بے ایمانون کو ذلیل اور رُسوا کر دیگا۔ ہان وہ دائمی عذاب جو موجب عبرت ہے ظالمون اور شریرون کو بھسم کر جائیگا۔

یہ قصص جو قرآن کریم مین وارد ہوئے ہین ہمارے لئے عبرت اور نصیحت ہین۔ ہمکو ہمیشہ ان سے سبق لینا چاہئے۔ اور اساطیر الاوّلین کہنے والون کی طرح اُن کو صرف داستان اور کہانی قرار دینا نہ چاہئے کہ یہ موسیٰ کی داستان اور یہ فرعون کا قصّہ ہے۔ اگر ہم بھی اُن قصص کو جو موجب ہدایت ہین۔ اُسی نگاہ سے دیکھتے ہین ہان اُسی

جس نگاہ سے مشرکین عرب نے دیکھا تو افسوس سے کہنا ہوگا کہ ہم بھی اساطیر الاولین کہنے والون سے زیادہ وقعت نہین دیتے ہین مین پھر کہتا ہون کہ یہ امر خوب ذہن نشین کرلو کہ خدا کی سچی اور ہمیشہ قایم رہنے والی کتاب مین یہ قصے عبرت کے لئے ہین تاکہ سعادت اور رشد کی راہین کھلین اور معلوم ہو کہ کوئی مشرک قوم کس چال پر چلی اور اُس کا نتیجہ کیا ہوا ہے اُس پر انعام ہوا یا غضب کا آسمان اُس پہ ٹوٹ پڑا - پس ان قصص کو سرسری نگاہ اور معمولی نظر سے نہ دیکھو بلکہ اُن سے پورا پورا سبق لو تا ایسا نہ ہو کہ اس بے احتیاطی کی وجہ سے ہلاکت کے وارث ٹھہر جاؤ -

ذرا غور تو کرو کہ یہ کیسا واقعہ عجیب ہے - نوح کو حکم ہوتا ہے تو کشتی بنا - بظاہر حالت ایسی ہے کہ آسمان پر کوئی بادل گھرا ہوا نہین جس سے عام آدمی معمولی نگاہ کا شخص بھی یہ خیال کر سکے - کہ طوفان عظیم آنیوالا ہے کیونکہ اسوقت بیرومیٹر اور ہواؤن کی پیمایہ شناسی کا محکمہ نہ تھا جس سے پتہ لگ سکتا - کہ طوفان کے آثار ہین موسمون کے حالات سے کوئی آگاہ نہ تھا - پھر ایسے وقت مین کہ کسی قسم کا خطرہ یا اندیشہ حتی کہ خیال تک بھی آنیوالے طوفان کا ذہن مین نہ آسکتا تھا - ایک مرد صادق یعنی نوح کشتی بناتا ہے ایسی حالت مین کہ آسمان پر کوئی بادل گھرا ہوا نہین زمین پر کوئی ندی یا نالہ قریب ایسا نہین جس کی طغیانی ایک طوفان عظیم برپا کردے اب فطرتاً شورہ پشت اور ٹھٹھے کرنے والے لوگ نوح کو دیکھتے ہین اور ہنسی کرتے ہین اور ٹھٹھے مار کر کہتے ہین - بُڈھے کو کیا ہو گیا ہے آسمان پر بادل کا نشان نہین - کوئی سوتا اور چشمہ یا دریا پاس نہین زمین نشیب مین نہین جو طوفان آئے - اور آئے تو موجب ہلاکت ہو -

بیشک بیوقوفون اور زمینی خیالات کے انسانون کی نظر یہین تک پہنچ سکتی ہے - وہ کیا جانین کہ کوئی فوق الفوق طاقت اور زبردست ہاتھ بھی ہے - جو ایک آن کی آن مین ہر زندہ ہستی کو نابود کر سکتا ہے مین کہتا ہون کہ خدا کی باتون پر ہنسنے والے بیوقوف اور اور اُسکے برگزیدون پر ٹھٹھا مارنیوالے احمق کب سوچ سکتے ہین کہ کشتی بنانیوالا حق پر ہے - مگر دیکھو کچھ آدمی خواہ ایک دو ہی سہی - ایسے بھی تو ہین جو اس کام کو عبث اور لغو نہین سمجھتے اور کہتے ہین کہ خدا کا مرد لغو کام نہین کرتا - وہ اُسکو صادق مانتے اور اُسکی باتون کو سچ سمجھتے ہین - اُنکے پاس کیا دلیل ہے ؟ - وہ کن چیزون سے اندازہ کر سکتے ہین ؟ بیشک اُنکے پاس اندازہ اور پیمانہ تھا - میٹرالوجیکل محکمے غلطی کر سکتے ہین - اور کرتے ہین - اور کرینگے - مگر وہ پیمانہ غلطی نہین کرتا - وہ پیمانہ کیا ہے ؟ ایمان - ایمان بالغیب - حسن ظن اور صبر - نوح علیہ السلام کے پاس

بیٹھکر اُس کے خط و خال اُس کے چال چلن کو دیکھ کر اندر ہی اندر ایمان اُس کے یکبارہ فضل پر ہوگیا۔ کہ نوحؑ کا یہ فعل خدا کا فعل ہے۔ اگر مادی پیمانہ اور ظاہری نظر ہی ٹھیک پیمانہ ہوتی۔ اور بصیرت اور معرفت کا کوئی حصہ وہ نہ پاتے۔ تو ٹھٹھے بازون کی نظر بھی تو اس کاٹھ کی لکڑی اور اوزارون پر پڑتی تھی۔ اور ایماندار اور خدا کی باتون کو مان لینے والے بھی ان ظاہری ساز و سامان کو دیکھتے تھے۔ شریر منکر تھے۔ کہ ٹھٹھا مارتے اور ہنسی اُڑاتے ہین۔ اور خدا ترس ایماندار ہین۔ کہ اُن کو اُس کشتی کی ساخت مین خدا کے غضب کے آثار نظر آتے ہین۔ اور وہ اندر ہی اندر آنیوالے عذاب سے ترسان اور لرزان ہین۔ آہ! احمق اپنی عیش کو دائمی سرور سمجھتا ہے اور اپنی خوشیون کو پایدار اور یقینی سمجھتا ہے۔ مگر نہین جانتا کہ ہلاکت کے دن قریب ہین؛

مگر وہ خدا کا مامور صادق نوح علیہ السلام اُن سے کہتا ہے۔

اے ٹھٹھے باز قوم عنقریب وہ وقت آتا ہے کہ خدا اِس قوم کو رسوا اور ذلیل کریگا۔ وہ ذلیل شدہ قوم خدا کے غضب کے نیچے آئی ہوئی شریر قوم خود ظاہر کردے گی کہ ٹھٹھا مخول کس سے شایان تھا آیا یہ میرا حق تھا کہ مین تمہاری نادانی اور ہٹ پر ہنسون۔ یا تمہارا؛

آخر لمبی دوڑ مین نتیجہ نے نوحؑ کی راستی ثابت کردی اور دکھا دیا۔ کہ سچ مچ نوحؑ کا ہنسی کرنا ہی بجا تھا۔ بدنصیب منکر اپنی عقل پر بھروسہ کرکے آسمانی عقل پر ہنستے تھے۔ آخر زمانے نے فیصلہ کردیا۔ اور دُنیا نے دکھلا دیا کہ شریر اور ظالم ہلاکت کا شکار ہوگئے۔ اس عجیب واقعہ نے دکھلا دیا کہ اگر کسی زمانے مین کوئی شخص کہے کہ طوفان آنیوالا ہے۔ اور مین کشتی بناتا ہون۔ اور یاد رکھو کہ کوئی ذریعہ کام نہ دیگا اور کوئی صورت بچاؤ اور رستگاری کی نہ ہوگی۔ مگر وہی جو مین بناتا ہون۔ اِس وقت لازم ہے کہ حسن ظن۔ ایمان بالغیب۔ اور صبر سے کام لیا جائے۔ نہ ان شتاب کار مادی عقلون اور زمینی اسباب پر بھروسہ کرنیوالے منکرین نوحؑ کی طرح ٹھٹھے بازی اور تمسخر کے لئے زبان کشائی کی جائے۔ ورنہ نتیجہ وہی ہوگا۔ جو نوحؑ پر ہنسنے والے ناپاک شریرون نے دیکھا۔ اور عالم کو دکھایا۔ مین کہتا ہون خوب یاد رکھو کہ شہودی اور عربی ثبوت یعنی دو اور دو چار کی طرح ثبوت چاہنے والے ساحل نجات پر نہین پہنچ سکتے۔ وہ ضرور ضرور ہلاک ہون گے۔

سنو! مین اب کہتا ہون کہ ٹھیک ایسی ہی ایک آواز ہان بالکل انہی الفاظ مین ذرا سی تبدیلی سے بھی بغیر ۱۸۸۴ء مین ہندوستان کے ہر چہار کونون مین گونجی۔ اُس آواز نے انہی الفاظ مین کہا۔ کہ خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ تو ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے کشتی بنا۔ براہین احمدیہ مین بھی یہی صدا ہے

اور اُسی کشتی بنانیوالے کا نام خدا نے ہان خود خدا نے نوحؑ رکھا ہے۔ ضلالت اور بے دینی کے ہلاک کر دینے والے طوفان مین رستگاری اور نجات کا ذریعہ وہی ہے۔ وہ کون ؟ وہ امام اس زمانہ کا مُجدّد اور مہدی ہے اس پر میری طرفسے اور تمام سننے والون اور مسلمانون اور ملائکہ کی طرف سے اِس قبولیّت کی گھڑی مین کیونکہ خطبہ کی گھڑی قبولیت کی گھڑی ماثور ہے۔ صلوۃ اور سلام ہو (آمین) اِس امام نے اس زمانہ کے نوحؑ نے طوفان ضلالت سے بچانیکے لئے بیعت کی کشتی تیار کی۔ اس نے کہا کہ مین دنیا کے لئے حصن حصین ہون۔ خطرناک موجون سے نجات پانیکے لئے اس مضبوط قلعے مین آؤ۔ ہان میرے پاس آؤ۔ ظالم انکار کرنیوالا اور میری باتون پر ہنسنے والا ہلاک ہوگا۔ اب احمق ناعاقبت اندیش کہتا ہے۔ کہان ہے سمندر۔ کہان ہے پانی۔ احمق! او نادان تیری زبان تجھے اُسی بات کی طرف متوجہ کرتی ہے جو تیرے باپ دادون نے نوح علیہ السلام سے کی مین ان لوگون کو مبارکباد دیتا ہون جو اس کشتی پر جو خدا کے حکم سے خود خدا کی نگرانی اور نظر مین تیار ہوئی۔ سوار ہوئے۔ مبارک ہین وہ جو آنے والے طوفان سے نجات پاتے ہین لیکن یاد رکھو اور میری بات کو غور سے سُن لو۔ نہ صرف سُن لو بلکہ خوب یاد رکھو کہ اس کشتی پر سوار ہو کر نجات پانیکا حق دار وہی ہے جو خدا کی نگاہ مین حق دار ہوگا۔ اور وہی ہے جس کے دل مین سچا تقوی اور طہارت ہوگی۔ جو اللہ تعالے کے اوامر کی تعمیل کرتے اور نہی سے باز رہتے ہین وہی ہین جو اس پر بیٹھ سکتے ہین اور ساحل نجات تک پہنچ سکتے ہین۔ اور اگر کوئی کودکر بظاہر بیٹھ بھی جائے تو مین یقیناً کہتا ہون کہ وہ نجات کی کشتی پر سوار ہو کر بھی موج خیز طوفان مین گر کر پاش پاش ہوگا۔ مین آخر مین دعا کرتا ہون کہ اللہ تعالے مجھے اور اس کلام کے سننے (اور پڑھنے والون) کو سچا تقوے اور حقیقی طہارت عنایت کرے۔ اور آنیوالے طوفان سے جو فسق و فجور اور معصیت کا بلا خیز طوفان ہے امن مین رکھے۔ آمین۔

دُنیوی سواریون مین جیسے ریل گاڑی ہے۔ سوار ہونے سے پہلے ٹکٹ لینا پڑتا اور عملہ مختار کو دکھانا پڑتا ہے مگر الٰہی کشتی کی سنت اسکے خلاف ہے۔ ان مین اولاً بلا پڑتال صحیح کے جوق جوق لوگ سوار ہوجاتے ہین اور جب کشتی مواج و ذخار دریا کے منجدھار مین پہنچتی ہے اُسوقت ہم سے اخلاص اور بے ریا و بے نفاق ایمان اور تقوے کا ٹکٹ پوچھا جاتا ہے۔ آخر تہیدست نکلنے پر بڑی ذلت سے کشتی سے راندہ کیا جاتا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ خاتمہ تک ڈر ہی ڈر ہے +

خطبہ نمبر دوم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام
علی رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین - فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم
بسم اللہ الرحمن الرحیم

واکتب لنا فی ہذہ الدنیا حسنۃ وفی الاخرۃ انا ہدنا الیک ط قال عذابی اصیب بہ
من اشاء ورحمتی وسعت کل شئی ط فساکتبہا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ہم بایٰتنا
یومنون والذین یتبعون الرسول الامی الذی یجدونہ مکتوبًا عندہم فی التوراۃ والانجیل یامرہم
بالمعروف وینہی ہم عن المنکر ویحل لہم الطیبٰت ویحرم علیہم الخبٰئث ویضع عنہم اصرہم والاغلل التی
کانت علیہم فالذین اٰمنوا بہ وعزروہ ونصروہ واتبعوا النور الذی انزل معہ اولئک ہم المفلحون
(سورۃ اعراف)

ترجمہ - ہمارے لئے اس دنیا مین نیکی لکھ اور آخرت مین بھی نیکی لکھ یقیناً ہم تو تیری ہی طرف متوجہ
ہو گئے ہین خدا نے کہا مین جس کو چاہون اپنا عذاب دونگا اور میری رحمت سب چیزون پر پھیل گئی
ہے۔ پس مین اپنی رحمت متقیون اور زکوٰۃ دینے والون کے لئے اور ان کے لئے جو پیروی کرتے ہین رسول
کی جو امی ہے جسکو لکھا ہوا پاتے ہین اپنے پاس توراۃ اور انجیل مین ان کو معروف کا امر کرتا ہے اور منکر سے
روکتا ہے اور ستھری چیزین اُن کے لئے حلال کرتا ہے اور گندی چیزون کو حرام کرتا ہے اور ان بوجھون
اور طوقون کو اُتار پھینکتا ہے جو اُن پر تھے - جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اُسکی تائید کی اور اس نور کی
پیروی کی جو اُسکے ساتھ اُتارا گیا ہے وہی لوگ فلاح اور نجات پائین گے ٭

ان آیات مین غور کرنیسے بڑے عظیم الشان فائدے حاصل ہوتے ہین - رسول کی ضرورت اسلام
کی ضرورت - رسول کے آنیسے پیشتر دنیا کی کیا حالت تھی ؟ کیون ایک وارث کتاب قوم تباہ ہوئی ؟
کیون اُس سے وہ نور چھینا گیا ؟ کیون رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور حضور کے متبعین اُس نور کے وارث

ہوگئے ہیں مہتم بالشان امور ان آیات مین تدبر کرنے سے خوب حل ہوتے ہین ان آیات سے پہلے موسیٰ ع کا بنی اسرائیل کے ساتھ بہت بڑا ذکر ہے (جو تمثیلی رنگ مین اور ایک گہری نظر مین ہمارے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات کا پیشگوئی کے طور پر ایک ذکر ہے) خدا تعالےٰ نے بنی اسرائیل سے بہت بڑے وعدے کئے تھے منجملہ اُن وعدون کے فرعون کی غلامی سے چھوڑا کر بالمقابل اس پاک سرزمین کا وارث بنانے کا وعدہ تھا جس مین دودھ اور شہد کی نہرین بہتی ہین اس وعدے کا ایک بڑا حصہ پورا ہوا یعنے انہون نے حضرت موسیٰ کی طفیل اُس بڑی غلامی سے نجات پائی اور خدا نے انہین مصر کے آہنی اور جلتے ہوئے تنور سے نکال لیا لیکن دوسرا حصہ جو تکمیل وعدہ تھا اور جو ایک عظیم الشان فضل تھا یعنے بیت المقدس کی سرزمین مین داخل ہونا اور اُن نعمتون سے متمتع ہونا جو اُس سرزمین مین پائی جاتی تھین پورا نہ ہوا کیون؟ کیا خدا کی طرف سے ظلم ہوا؟ یا خدا تعالےٰ نے بیوجہ اُن کی کامیابی کی راہ مین روک ڈالدی اس کا مفصل بیان اس سورت مین درج ہے۔

بنی اسرائیل نے اپنی نالایق کرتوتون سے اپنے تئین اس قابل بنالیا کہ وہ اُس وعدہ کی زمین کو نہ دیکھ سکے اور خدا کی غیوری نے اجازت نہ دی کہ اُس خطاکار قوم کو بیت المقدس کی سرزمین مین داخل کرے یہ عظیم الشان وعدہ جو ایک اولوالعزم نبی سے کیا گیا تھا یعنے موسے علیہ السلام سے ان کی کرتوتون کی وجہ پورا ہونے سے رہگیا اور خود وہ نبی جسکے مُنہ اور ہونٹون سے اس وعدہ کے الفاظ نکلے تھے اپنی آنکھ سے اُس کی تکمیل نہ دیکھ سکا اس مقام پر غور کرنیوالے دلون اور فکر کرنے والی طبیعتون مین بہت بڑی گھبراہٹ اور بےچینی پیدا ہوتی ہے۔ مومن کی تمنا کانپ اُٹھتی ہے کہ جب ایک عظیم الشان نبی موسیٰ جیسا کلیم وعدہ کی زمین مین نہین پہنچ سکا پھر خدائے تعالےٰ جو رحمان و رحیم خدا ہے کیا اپنے وعدونکو پورا نہین کرتا! وہ تو فرماتا ہے۔ ان اللہ لایخلف المیعاد مگر قوم کی بدکاریان اور شوخیان اپنے ہاتھون ایسے سامان بہم پہنچاتی ہین کہ سنت اللہ اسوقت ایک مخفی شرط سے جو اس وعدے کے اندر ہوتی ہے کام لیتی ہے اور یہ لاتبدیل اور لاتحویل قانون ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کے وعدون سے استفادہ کرنیکے قابل ہی نہین رہتے (یہ قاعدہ ہم عام طور پر مشاہدہ مین آیا ہوا بھی دیکھتے ہین کہ جو لوگ کسی چیز سے وہ کام نہین لیتے جو اس کی نہایت و غرض ہے یا اسے بیکار چھوڑ دیتے ہین اور یا اسکا غلط استعمال کرتے ہین وہ ضرور بیکار اور نکمی ہو جاتی ہے۔ دیکھو ایک سنیاسی اپنا ہاتھ اونچا کر رکھتا ہے اور اسے بے حس و حرکت

چھوڑ دیتا ہے اُس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہاتھ سوکھ کر کانٹا ہو جاتا ہے اور اس مین حس حرکت کی قوت
زائل ہو کر انسان کو ان تمام فوائد سے محروم کر دیتی ہے جو مقصود تھے اسی طرح جو قوم یا آدمی اپنے قوائے
کا درست استعمال نہین کرتا وہ خدا تعالےٰ کے ایک قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے جس کی سزا دو قسم
کی دیجاتی ہے۔ اول اس بداستعمالی سے اُن نتائج بد کا مترتب ہونا جو اسکا خاصہ ہین دوئم ان فوائد سے
محروم رہ جانا جو اس سے مقصود ہین ہماری دانست مین سزا و جزائے اعمال کا یہی ایک راز اور قانون
ہے دُنیا مین بھی فائز المرام اور کامیاب وہی انسان ہوتے ہین جو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتون کو
برباد نہین کرتے اور آخرت مین بھی فلاح وہی پانیوالے ہین ہم نے غور کرنیکے بعد نیکی کی فلسفی بھی
سمجھی ہے کہ قوائے انسانیہ سے وہی کام لیا جاوے جو اُنکا اصل مقصد ہے اور اس کی ضد بدی ہے

اس سنت اور چال پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مریدون اور پیروُون کی بدیان مرشد
کی کامیابی کے لئے ایک روک ہو جاتی ہین۔ جماعت کی بے حیائی اور بے باکی جماعت کو اُن وعدون سے
محروم رکھتی ہے جو اس سے ہوئے ہین۔ یہ مضمون عام مسلمانون اور ہم لوگونکے لئے خصوصًا بہت ہی
غور کے قابل ہے۔

اس پہاڑ پر موسےٰؑ ستر آدمیونکو منتخب کر کے لیگئے اور وہان خوفناک نظارہ دکھلائی دیا جو
حقیقتہً ایک اشارہ تھا کہ یہ لوگ تجلیات الٰہی کے قابل یا نعمائے خدائے تعالےٰ کے وارث ہونیکے
قابل نہین ہین۔ رموز شناس موسےٰ نے اس اشارہ کی تہ مین پہنچ کر یہ دعا کی واکتب لنا فی ہذہ الدنیا
حسنۃ۔ یعنے اس دنیا مین جو وعدے تو نے مجھ سے کئے ہین کہ ہم دشمنون پر مظفر و منصور ہون اور دشمن
کے قبضہ سے سرزمین موعود کو چھوڑا سکین ہمارے لئے قطعی طور پر نہین پورا کر۔ اور ہمارا انجام بھی اچھا ہو
یعنے ایسا نہ ہو کہ قوم دنیوی کامیابیون کے نشہ سے سرشار ہو کر روحانی خوبیون اور انجام کار سے غافل
ہو جائین۔ جیسا کہ کامیاب قومون کی چال آخر کار ایسی ثابت ہوئی بلکہ ہمارے لئے دین و دنیا دونون جمع کر
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے بھی مکہ مین مدینہ کے ستر آدمیون نے اس گھاٹی پر مخفی بیعت کی اور
آپ نے انہین مدنی قومون کو تبلیغ کرنے کے لئے منتخب کیا۔ اور خدا نے قوم بنی اسرائیل کے خلاف دنیا اور

حضرت مولانا صاحب کے اس استدلال سے کہ دنیا مین نعمتین اور فتوحات سے بعد غور ہم یہ نتیجہ نکالتے ہین کہ جب خدا
کسی چیز یا وعدہ کو کسی کیلئے پورا کرنا چاہتا ہے تو اسکے لئے وہ سامان بہم پہنچا دیتا ہے چونکہ دعا بھی منجملہ دیگر اسباب کے ایک سبب ہے جو فطرتی جوش کی
شکل اختیار کر لیتا ہے اسلئے انہین اس قسم کی دعا کی حالت کا طبعًا پیدا ہونا ظاہر کرتا ہے کہ اس سے دنیوی فتوحات اور تائید الٰہی کا حصہ [illegible]

آخرت کے دونون قسم کی حسنہ انکے حق مین پوری کی۔ یہ باتین اور تنبیہی واقعات غور کے قابل ہین۔ مگر اللہ تعالےٰ کا جواب بہت ہی قابل غور ہے۔ قال عذابی اصیب بہ من اشاء۔ وہ کہتے ہین۔ کہ اے خدا ہم تو صراط مستقیم پر آگئے مگر آیت بتلاتی ہے کہ نہین یہ قوم اپنے اعمال اور افعال سے اُس حسنہ کی مستحق نہین اور بیت المقدس کی پاک سرزمین مین داخل ہونیکے قابل نہین رہی۔ بیشک میری رحمت بہت وسیع ہو لیکن میرا قانون تقاضا کرتا ہے۔ کہ میرے رحیمانہ وعدے متقیون اور حقوق عباد نگاہ رکھنے والون کے لئے مکتوب یعنے قطعی ہوتے ہین۔ میری رحمت جو حسنۃ الدنیا اور حسنۃ الآخرہ پر مشتمل ہے وہ متقیون ہی کے لئے مخصوص ہے دنیا کی کامیابی اور فتوحات بھی ان ہی لوگون سے خاص کردی گئی ہین۔ اور بنی اسرائیل مین متقی نظر نہین آتے اسی لئے مین یہ حسنۃ الدنیا اور حسنۃ الآخرۃ ایک متقی قوم سے مختص کرتا ہون۔ اور وہی وعدہ کی سرزمین مین داخل ہوگی۔ جس مین دودھ اور شہد کی نہرین جاری ہین وہ راست باز قوم کون ہے؟ الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوباً۔ الایہ یعنے وہ راست باز لوگ ہونگے۔ جو الرسول النبی الامی کے متبع ہونگے۔ جس کی نسبت پیشگوئیان تورات اور انجیل مین مذکور ہین۔ حکم کرتا ہے اُن کو نیک باتون کا۔ اور روکتا ہے بُری باتون سے۔ یہ مضمون بہت ہی قابل غور۔ اور وسیع ہے۔ اور یہ خطبہ اس کا متحمل نہین ہوسکتا۔ اس لئے مین چند امر نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرونگا +

ان آیات مین بہت الفاظ قابل غور ہین۔ اللہ جلشانہ فرماتا ہے الرسول۔ النبی۔ الامی۔ یہ نام ہمارے سید و مقتدانبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رکھے ہین اور آپ کی دعوت تبلیغی کی تفصیل یہ ہے۔ تحلیل الطیبات اور تحریم الخبائث۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ اور بوجھون کا اوتار پھینکنا اور طوقون کا توڑ ڈالنا۔ پانچ کام ہین جو اس رسول کو پورے کرے ہین۔ الامی نام رکھنے سے یہان یہ بھید معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اس مغرور قوم کا جو تورات کی وارث کہلاتی ہے اور علوم سماوی کا مخزن بنتی ہے۔ صرف ڈھانچا ہی ڈھانچا رہ جائیگا اور معرفت کا نور اُن سے چھین لیا جائیگا اور اس کی قائمقام اور وارث وہ قوم بنے گی جو یہ صفات خمسہ اپنے اندر رکھے گی اور اس سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ بڑی بڑی ضخیم کتابون کے پڑھنے یا لبے کرتے اور دراز دامن چغے پہننے سے دل کی پاکیزگی حاصل نہین ہوتی اور خدا کی نظر بڑھ بڑھ کر بڑی بڑی باتین کرنیوالے پر نہین پڑتی بلکہ وہ تو دل کی تہ تک پہونچنی اور اسکو ٹٹولتی ہے کہ آیا اس مین پاکیزگی کا نور ہے یا نہین۔ وہ اپنی باتین ننکر پڑے

ہوؤں اور پنداری عالموں سے دریغ رکھتا ہے اور امیوں اور خالی برتن والوں کو اپنی معارف کا گنجینہ دار بناتا ہے وہ جو بڑی بڑی حدیث دانی اور اسفار خمسہ اور مجامیع ومسانید کے کوٹھی دار ہونے کا دم مارتے ہیں ایک گاؤں کے رہنے والے سادہ اور پاک برگزیدہ کی شناخت سے محروم رکھے جاتے اور بے نفس رسمی علوم سے پاک ان پڑھ اسکی شناخت اس کی محبت اور لوازم محبتہ سے بہرہ مند ہوتے ہیں سچی پاکیزگی اور حقیقی طہارت گناہوں سے پوری نفرت کرنا ہے اور وہ یہہ ہے کہ غیر کا تسلط عرش دل سے اٹھا دیا جاوے اور ہر ایک قسم کی ریا اور بدکاری۔ بے ایمانی غوایتہ کے راہوں سے پوری کنارہ کشی ہو۔ یہی متقیانہ زندگی ہے۔ جو کسی قوم کو خدا کے وعدوں کا وارث بناتی ہے۔

امی کے لفظ پر غور کرنے سے یہ نکتہ بھی سمجھہ میں آتا ہے (اللہ تعالے بہتر جانتا ہے) کہ بنی اسرائیل کی وارث ہونیوالی قوم ایک سادہ اور پاک قوم ہوگی تکلف اور تصنع کے راہوں اور رسمی علوم وفنون سے انہیں سروکار نہ ہوگا اور اس لئے رعونتہ اور انانیتہ اور تعلی اور تکبر اوسکے پاس نہ آئیگا۔ اور وہ رسول جو قوم کو وعدہ کی زمین کا وارث بنانے والا ہے تمام دنیوی تعلیموں سے سادہ آئیگا۔ وہ کسی یونیورسٹی کا سند یافتہ نہ ہوگا۔ نہ اوس نے کسی پرتکلف گدی نشین کے آگے مریدی اور خادمی کے زانوتہ کئے ہونگے اور اُسے زیبا ہوگا اور اوسکا استحقاق ہوگا کہ یہہ کہے ؎

چوں حلب جتے بود بادیب دگر مرا ✢ من تربیت پذیر ز رب مہیمنم

یہودی رسمی علم کے گھمنڈ سے امی عرب کو بڑی حقارت کی نگاہ سے دیکھا کرتے اور اعتقاد کر نہیں سکتے تھے کہ ایسی قوم کبھی خدا تعالے کے فضل کی مورد بن سکتی ہے اور وہ یقین رکھتے تھے کہ نبوت اور ولایت اور امامتہ کے ابدی ٹھیکہ دار وہی ہیں اور شامی یونیورسٹی سے بے سرٹیفکٹ لئے کوئی ایسے دعاوی کا حقدار نہیں ہوسکتا عجیب بات ہے کہ جیسے وہ احباء اللہ اور ابناء اللہ کہلاتے اور مس نار سے اپنے تئیں معصوم ومحفوظ جانتے تھے لازماً اخلاق میں ایسے گر گئے تھے کہ عربوں سے معاملات میں بے ایمانی اور دغا اور فریب کو جایز سمجھتے تھے۔ افسوس ہمارے زمانہ کے مثیل الیہود بہشت کے ٹھیکہ داروں کا بھی یہی رویہ اور چال ہے۔ یہود کو اسی تکبر اور بدمعاملگی نے خدا تعالے کی نظر سے گرا دیا اور آخر اس اینٹ کو جسے مغرور معماروں نے رد کر دیا تھا۔ عظیم الشان عمارة کے کونے کا سرا بنایا۔

(امی کا لفظ ام القری کیطرف بھی اشارہ کرتا ہے کیونکہ وہ صفت نسبتی ہے جسکا اشارہ پہلی کتابوں میں

بھی آیا ہے چنانچہ یرمیا نبی کے ۳۱ باب یسیاہ کے ۴۲ باب اور گنتی کے ۲۴ باب اور استثنا کے ۱۸ باب میں اسکی طرف خاص اشارات ہیں اسی لئے الامی کا لفظ آیا یعنے وہ اُمّی جسکا ذکر کتب سابقہ میں ہے ایڈیٹر)۔
سنو! اس زمانہ میں بھی اللہ تعالےٰ نے ایک امام کو پیدا کیا ہے جو اُمّی الرسول ۔ الامی کی چال پر چلا ہے ۔ اوس نے بھی ایک جماعت بنائی ہے اسی طرح جسطرح خدا نے ارادہ کیا ۔ مگر نادان مخالف اوس امام کو ایک اردو نویس منشی کہتے ہیں اور اوس کی جماعت کو اردو خواں لوگوں کی جماعت بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اوس کی جماعت کا سید احسن مثلاً (مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امروہوی) ایک اردو خواں منشی ہے اور وہ جو نور کی طرح چمکتا ہے چند نسخہ جاننے والا طبیب ہے اور فلاں مدرسہ کے لوئر کلاسوں کو اردو پڑہانے والا ہے ۔ غرض کہانتک بیان کروں اس تحقیر اور تمسخر کا اندازہ بھی ہے جو اس مخالف جماعت نے اس امام اور اوسکی جماعت کی نسبت اختیار کر رکھی ہیں میرا دل اون کے لئے تڑپتا اور میری روح اون کے لئے رقت میں ہے کہ کاش وہ ان آیات کو پڑھتے اور تدبر سے ان میں نظر کرتے ۔ اسی قسم کی باتیں ایک قوم کی نسبت آج سے تیرہ سو برس پیشتر کہی گئیں مگر نظر اٹھا کر تو دیکھو کہ جنکی بابت کہا گیا اونکا کیا حال ہوا ۔ اور جنہوں نے کہا وہ کہانتک پونچے وہ جو اپنے تئیں معزز و موقر سمجھتے تھے اور بادی النظر میں تھے بھی ایسے ہی آخر ذلیل اور خوار ہو گئے اور وہ جو حقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اور اپنے زعم میں بھی کچھہ نہ تھے سب کچھہ بن گئے ۔
میرے کان میں جب یہہ بشرے پڑا میں نے خدا تعالےٰ کے فضل سے سمجھہ لیا کہ اب کامیابی ہی کامیابی ہے اور جب رئیس متکبرین اور امام متکبرین نے انا خیر منہ کی ہانک لگائی ۔ اور موعود اور اوس کے اصحاب کو زمرۃ الامیین کہا اور سب سے پہلے سیالکوٹ کی مسجد میں ہمارے حکیم حسام الدین صاحب کے مقابل کہا ۔ کہ دعوے جدید کا مدعی علوم دینیہ اور علوم عالیہ سے بے بہرہ ہے ۔ میرے دل میں یقین میخ فولاد کی طرح گڑ گیا ۔ کہ دعوے کرنیوالا اور اس کے ناصرین لاریب حق پر ہیں ۔ اور وہ نبی امی اور امیین (اللھم صل علیہ والہ) کے نمونہ پر ضرور کامیاب ہونگے ۔ اور ان کے دشمن ہر قسم کے اہانت کے ہدف بنیں گے ۔ خدا تعالےٰ کا شکر ہے ۔ کہ میرا گمان سچا نکلا ۔ اور میری امیدوں کو جو اسوقت ایمان بالغیب کے رنگ میں تھیں یقینی اور نمایاں کامیابیوں سے سرسبز کر دکھایا ۔ اور پھر فرماتا ہے ۔ یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر (کیسی مکمل اور متمم تعلیم ہے ۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں دنیا کی تمام خوبیوں کی ہدایت اور تمام برائیوں سے بچنے کی نصیحت آگئی - اب کوئی منکر اسلام کونسی کوئی خوبی پیش کر کے کہہ سکتا ہے - کہ اسلام نے اوسکی تعلیم نہیں دی) کیونکہ یہی اسلام ہی ہے کہ - اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی جس کی شان میں وارد ہے - اس آیت کی زیر تفسیر ایک قصہ لکھا ہے - جو تعلیم اعجاز کو ظاہر کرتا ہے - کہ عرب میں ایک بڑا سردار تھا - اوس کی قوم نے حضرت کے پاس منتخب کر کے جھگڑے کے لئے بھیجا کہ اگر تم مان لوگے ہم بھی مان لیں گے - چنانچہ وہ بڑی آن بان سے حضور کی خدمت میں پہنچا جب وہ مسجد میں آیا - تو یہ الفاظ حضرت پڑھ رہے تھے یامرون بالمعروف وینھون عن المنکر یہ سن کر فی الفور واپس گیا - اور قوم سے پوچھا تم کیا چاہتے ہو - اُنہوں نے پوچھا ہم میں تمام خوبیاں ہی خوبیاں ہوں - اور برائیاں نہوں - پس اوس نے کہا اسلام کا بھی یہی منشاء ہے - اب سب مسلمان ہو جاؤ - غرض وہ مسلمان ہو گئے (یہ ہے اعجاز اسلامی تعلیم کا - ان آیات پر غور کرنے سے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صفات کے طور پر بیان فرمائی ہیں یہ امر نہایت وضاحت سے ایک سوچنے والا دل سمجھ سکتا ہے - کہ مصلح کی ضرورت کب ہوتی ہے - وہ پانچ صفتیں ہی ضرورت حقہ رسالت کا اظہار ہیں - ان میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب دنیا کا یہ حال ہو - کہ امر بالمعروف اُٹھ گیا ہو - اور منکرات سے روکنے والا کوئی نہ ہو - اور گندی چیزوں کو حلال سمجھا جائے - اور طیبات کو حرام کہا جائے - اور ناپاک چیزوں اور بد عادات شنیعہ اور عقائد فاسدہ اور اعمال قبیحہ کے خطرناک بوجھوں کے تلے قومیں دبی ہوں اور دنیوی جذبات کے طوقوں سے اون کی گردنیں جکڑ بند ہو کر زمین کیطرف جھک جائیں - اور کتوں کیطرح اُن کی ناکیں زمینی اشیاء کی بو لینے میں سطح زمین سے رگڑ کھاتی رہیں - اور آسمان کیطرف دیکھنا اُنہیں کبھی نصیب نہ ہو - ایسے وقت میں غیرت الٰہی جوش مارتی - اور اسباب کی ضرورت حقہ داعی ہوتی ہے - کہ کوئی مصلح پیدا ہو - اور معاً یہ آیتیں یہ بھی ظاہر کرتی ہیں کہ مصلح میں صفات کیسی ہوں - یعنے زمانہ کو ضرورت ہو - اور وہ ضرورت کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو - واقعات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے - کہ جس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی - یہود اور نصاریٰ اور مشرکین مصری ایرانی یونانی اور ہندی سب کے سب اِلا ماشاء اللہ ان عیوب میں مبتلا تھے - یہود کی نسبت کتاب کریم صاف کہتی ہے - کانوا لا یتناھون عن منکر فعلوہ یعنی یہودی سوسائٹی کا یہ حال تھا کہ کوئی کسی کو فعل بد کے ارتکاب سے نہ روکتا - نصاریٰ میں حلت حرمت

کا کوئی منتہا ہی نہ تھا۔ مجوس ایران محرمات ابدیہ کو حلال سمجھتے تھے اور باحتی فرقوں سے شہروں کے شہر بھرے ہوئے تھے۔ غرض ہر طرف ضلالت اور ظلمت کا طوفان آرہا تھا۔ اس لئے حضور کی بعثت ہوئی یہ امر خوب یاد رکھو کہ اللہ تعالےٰ کسی شخص کو خواہ مخواہ نہیں چنا کرتا۔ اور کسی شخص کو مجدد اور خلعت تجدید فضول نہیں پہنا تا۔ جب تک کہ زمانہ میں اس کی ضرورت اور اوس کی پاک ذات میں اصلاح کی صلاحیت موجود نہ ہو۔

مجھے اکثر تعجب آتا ہے۔ کہ نصاریٰ قرآن کو دیکھتے ہیں اور بعضے اُن میں سے تفسیر قرآن بھی کرتے ہیں ان آیات پر کبھی انسانی دل سے نہیں سوچتے۔ کہ ان آیات میں ایک مصلح کی نسبت کتنا بڑا دل کو ہلا دینے والا دعویٰ ہے۔ یہ صفات و خواص ہمارے ہادیٔ کامل صلے اللہ علیہ وسلم کے اہل کتاب کے مقابلہ میں تو ہیں۔ انسانی خوبی کے سائنس کو جاننے والا یقیناً لذت سے بھر جاتا اور یہ دعویٰ ہی اُسپر قوی اور محیط رعب ڈالنے کو کافی ہے میں دعوے سے کہتا ہوں۔ اگر کوئی چاہئے۔ کہ توریت اور انجیل سے مصلح عالم کے ایسے صفات نکالکر دکھائے۔ تو اُس کی ورق گردانی آخر اوسکی حیرانی اور شرمندگی کا باعث ہوگی ہم انجیل کے صفحے محض بے سود اور بے نتیجہ پڑھتے ہیں۔ جب ہمیں اس امر کی تلاش ہوتی ہے کہ انجیل کے یسوع نے زمانہ کی حالت کا تقاضا کیا پورا کیا ہے۔ اور اوس کے پورا کرنے کے لئے اپنے وجود کی ضرورت اور صلاحیت اصلاح کا ثبوت عملی اور علمی کیا دیا ہے۔ برخلاف اوس قرآن کریم نے اسلام سے پہلے دنیا کی حالت کا الگ نقشہ دکھایا ہے اور اسطرح صاف ثابت کیا ہے کہ زمانہ پکار پکار کہہ رہا تھا کہ مصلح کی ضرورت ہے۔ الم تر ان الله يحي الارض بعد موتها یعنی زمین بالکل مر چکی تھی اب خدا تعالےٰ چاہتا ہے۔ کہ اُسے نئے سرے سے زندہ کرے۔ اس جامع مانع آیت میں ایک لفظ میں زمانہ کے تقاضے اور مصلح کی ضرورت کو کس خوبصورتی سے دکھایا ہے۔

پھر اس قوم کی صفات جا بجا ذکر کی ہیں۔ جو قرآن کریم کی تعلیم سے فیضیاب ہوئی مگر کسقدر افسوسناک اور نا کامیاب کوشش ہوگی اگر کوئی دیکھنا اور دکھانا چاہے۔ کہ انجیلی یسوع کی حالت بھی اس امر کا ثبوت دے سکتی ہے۔

سر ولیم میور نے لائیف آف محمد صلے اللہ علیہ وسلم میں جہاں خاتم النبیین صلعم اور یسوع انجیلی میں موازنہ کرنا چاہا ہے۔ تلخ گھونٹ پی کر اسبات کا اعتراف کیا ہے۔ کہ یہ مقابلہ سیدالوریٰ نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم

کے یسوع انجیلی کو اپنے زمانہ اور عہد میں کچھ بھی کامیابی نہیں اسکے آگے محض بیہودہ اسباب اس ناکامی کی قرار دیتا ہے غرض صادق اور حقیقی مصلح جو کامیابی کی زیبا خلعت زیب تن کر سکتا ہے اوس کے لئے یہ جامع صفات ہیں۔ اگر اون صفات کا آدمی مطلوب نہیں۔ تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ کوئی اس سے بہتر کسی مصلح کے صفات بیان کرو۔

سنو! ہمارے زمانہ میں ایک شخص نے دعوٰی کیا ہے کہ میں خدا کی طرف سے آیا ہوں اوّل ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ آیا وہ اس دعوے کے قابل ہے یا نہیں؟ اور پھر دیکھیں گے کہ زمانہ کو اسکی ضرورت بھی ہے یا نہیں؟ بارش عجیب چیز ہے زمین مردہ کو راحت دینے والی اور صدہا امیدوں اور مسرتوں کو ساتھ لانے والی۔ مگر جو وقت پر نہ ہو تو محض بے سود اور ناقابل التفات اور مضر ہے سو جیسے بارش کے لئے قانون قدرت ہے۔ اسی طرح روحانی بارش یعنی وحی الٰہی اور مہبط وحی کے لئے بھی قانون قدرت ہے۔ اس نکتہ معرفت کیطرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے۔ وبالحق انزلناہٗ وبالحق نزل یعنی ہم نے اس رسول کو تمام حقہ ضرورتوں اور مقتضائے وقت کے پورا کرنے کی صفات اور قابلیت دیکر نازل کیا ہے۔ اور یہ اترا بھی ایسے وقت میں ہے۔ کہ جب ضرورت حقہ تھی اور زمانہ باطل کے ہاتھوں سے تنگ آکر الحق کو چاہتا تھا۔ یہ آیت بھی پورا فوٹو دکھاتی ہے۔ زمانہ کی حاجت کا جو ہمارے ہادی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے پہلے تھی یہ کسقدر غور کے قابل بات ہے کہ آج سے ۱۹۔ برس قبل یہی الہام اس دعوٰی کرنیوالے کو بھی ہوا۔ جو اس جدید دعوے کے سننے والے کو خیرخواہانہ صلاح دیتا ہے۔ کہ اسی طرح آج بھی تقاضائے وقت اور صفات مصلح میں صبر اور حسن ظن سے غور اور جستجو کرے۔ جیسی اوس سے پہلی صدا کے وقت کی۔

کیا اسوقت یہ صحیح بات نہیں۔ کہ زمین جل اٹھی تھی اور بالکل سچّا نقشہ اُس کا ہو رہا تھا۔ ع
ملخ بوستاں خوردہ مردم ملخ :- تاریکی نے سارے عالم کو اپنے پردوں کے نیچے لے رکھا تھا ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس سپ۲۱ یعنی امیوں اور علم و کتاب کے مدعیوں دونوں کی اخلاقی حالت بگڑ گئی۔ اور اس فساد اخلاق کیوجہ انکی بدعملیاں اور بدکرداریاں ہیں اور اس بدعملی کا تسلط ہر طرف پورا پورا ہے۔ گویا یوں سمجھو کہ ساری زمین پکار رہی تھی۔ کہ ایک منجی کی ضرورت ہے۔ جو اس کی پشت کو فسق و فجور کے ناقابل بوجھ سے نجات دے۔

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے علما نے بھی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو بالکل چھوڑ دیا۔ اور واعظ و ناصح یا تو وہ رہ گئے جو بازاروں اور شہروں کے مجمعوں میں طمع فاسد کو ذہن میں رکھہ کر کچھہ بولتے ہیں۔ یا مساجد نشین ملا جن کا گذارہ محلہ کی روٹیوں پر موقوف ہوتا ہے۔ یہ دونوں قسم کے واعظ حق بول سکیں۔ ممکن ہی نہیں۔ مجلسوں اور محفلوں میں شراب خوار زانی اور ہر قسم کی خیانت حقوق عباد میں کرنے والے ہی اکرام و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں۔ کہ ایک امام المتقین راست بازوں کے حلقہ میں ایسے وقت میں کیا ضرور نہ تھا۔ کہ ایک برگزیدہ دنیا میں آوے گی وہ آیا اور وقت پر آیا اور پوری قابلیت کے ساتھہ آیا۔ وہ بحمد اللہ روز بروز ثابت کر رہا ہے۔ کہ وہ حقیقتاً وہی ہے۔ جس کے لئے فخر موجودات صلے اللہ علیہ وسلم سلام شوق امانت چھوڑ گئے تھے۔ اور صدہا صلحاء و اتقیاء امت میں سے اس تیرہ سو سال کے عرصہ میں کسی کو جرأت نہ ہوئی۔ کہ اس سلام کا مورد اپنے تئیں سمجھے۔ آخر بصیرت مستحق نے دعوے کیا اور ٹھیک دعوے کیا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا سلام کہنا ظاہر کرتا ہے کہ اوس کا منصب تبلیغ بالکل پہلے نمونہ پر ہوگا یعنی جس طرح آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے وقت میں باطل کا خوفناک رد کیا اور مذاہب باطلہ عالم کے چیدہ اور مہم مذاہب کو مخاطب فرمایا۔ اسی طرز پہ مسیح موعود کا مشن بھی ہوگا۔ سید المرسلین صلعم نے یہود و نصاریٰ سے مباحثات کئے اون کی بدکرداریوں اور ناپاک عقیدوں کو ظاہر کیا عرب کے برہمنوں اور تناسخیوں کے خبیث خیالات کی بیخ کنی کی۔ اوسوقت کے عظماء و روساء قیصر و کسرے وغیرہم کے نام دعوت حق کے خطوط لکھے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود نے ہند کے برہمنوں اور آریوں اور نصاریٰ اور یہود سے مباحثات کئے۔ اور اون بیباک دشمنوں سے ایک طرف حق کی حمایت کی اور دوسری طرف اون کے قلعوں پر متواتر حملے کر کے اونکو خاک کے برابر کر دیا۔ اور بالآخر چونکہ ایمان محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے رنگ سے رنگین تھا۔ یورپ کے کل سلاطین کے نام حقیقت اسلام و بطلان نصرانیت کے خط لکھے۔ اور یہاں ہند و پنجاب میں کوئی ایک فرد حکام سے ایسا نہیں رہا جس کی آنکھہ اور ہاتھہ نے اوس کے تبلیغی نوشتہ کے دیکھنے اور چھونے کا شرف حاصل نہ کیا ہو۔

کیا یہ سچ نہیں کہ ہمارے سید و مولیٰ نبی اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۲۳ برس کی زندگی میں اس

اس جہاد سے جس کے لئے خدا تعالے نے انہیں پیدا کیا تھا۔ ایک دم غفلت نہ کی۔ قرآن کریم کو جو
حامل قرآن علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سچی سوانح عمری ہے۔ جو شخص تدبر سے دیکھے۔ وہ سمجھ سکتا ہے
کہ وہ سب کا سب احقاق حق ابطال باطل مشتمل ہے۔ پس اتباع سنت تو یہ تھا کہ آپکی سیرت
کی قدم بقدم پیروی کی جاتی۔ کوئی ان مفتیان تکفیر مسلمانان سے خدا کے لئے پوچھے کہ
امر معروف کے ان صیغوں میں سے تم نے کسی صیغہ کو پورا کیا۔ حکام اور اہل ملل باطلہ تو ایک طرف
تمنے تو پھوٹے منہ سے کسی چودھری کو بھی کلمہ الحق جرات سے نہ سنایا۔ سچ یہ ہے کہ خدا تعالے نے سارے
منہ پھیر دے۔ اور ہمتوں کو پست اور حوصلوں کو سرد کر دیا۔ کہ حقدار آوے۔ اور اپنا حق لے گیا ہی سچ
ثابت ہوا۔ جو کتاب مجید میں تیرہ سو برس قبل کہا گیا تھا۔ ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدیٰ ودین
الحق لیظھرہ علے الدّین کلہ س ۱۰-۲۶-۲۸- خدائے تعالے کی حکمت ہے کہ کل مفسرین اس
آیت کو مسیح موعود کے زمانہ سے مخصوص کرتے ہیں اور فی الواقع حق بھی یہی ہے۔

سو سلام الرسول صلے اللہ علیہ وسلم دلالت کرتا ہے کہ وہ شخص کس پایہ اور کس کام کا ہوگا۔ بڑے
بڑے قطب اور غوث اور مجدّد اس امت مرحومہ میں ہوئے۔ اور سب کے سب اپنے مقتدا علیہ الصلوٰۃ
والسلام کے سچے مقتدی اور عاشق تھے۔ مگر یہ بات کیا ہے۔ کہ آپ نے سلام کسی کو بھی نہ کہا۔ فکر
کرنے والے کے لئے اس میں آیات ہیں۔

اس تمام بیان میں۔ بشارت تو یہ ہے۔ کہ ہمنے اس مبارک وقت کو پایا۔ اور امام وقت
کو پہچانا۔ اور قبول کیا۔ اور امید ہے۔ کہ ہم خدا تعالے کے فضل سے واٰخرین منھم اور ان کے
وعدوں کے مصداق اور وارث ہونگے۔ اور انذار یہ ہے کہ خدائے تعالے کا کسی سے کوئی رشتہ
ناطہ نہیں پہلے بھی اوس نے متقیوں سے ہی یارانہ لگایا۔ اور اب بھی وہ متقیوں سے ہی دوستی
کرے گا۔ یہود کو کہا گیا فضلتکم علے العلمین اور صدیوں نبوت اور حکومت اون کے خاندان
مین جاری رہی۔ مگر جب تقوی اللہ چھوٹا دونوں نعمتیں سلب ہوگئیں۔ اور آخر انتقال زمین یا بہ
لفظ دیگر داخل خارج کے وقت نئی جماعت کی نسبت بھی کہا گیا۔ فسأکتبھا للذین یتقون
ویؤتون الزکوٰۃ س ۹

تا دور کھو قرآن کریم کا لانے والا امام المتقین ہے۔ اور آپ کی جماعت تقوےٰ وطہارت کے سچے

نمونہ ہیں۔ ایرانیوں کے لشکر کی ڈراونی کثرت کو دیکھ کر مسلمان لشکر کے بعض ضعیف دل گھبرا گئے۔ تو اس صحابی سپہ سالار نے کیا خوب جواب دیا۔ کہ ہم آدمیوں کی قوت اور تعداد کے بل پر تو نہیں لڑتے ہم تو ایمان اور دین کی قوت سے لڑتے ہیں۔ اور میں تو چاہتا ہوں۔ کہ ان کلاب النار کی تعداد اس سے بھی مضاعف ہو۔

ہم کو بھی ہر وقت اللہ تعالے سے دعا کرتے رہنا چاہیئے۔ کہ ہمیں متقی اور صالح بنائے۔ اور مجھے تو کامل امید ہے کہ اللہ تعالے ضرور ضرور اس جماعت کو ایسی ہی جماعت بنائے گا۔ جیسے اون کے وعدے ہیں۔ کیونکہ صحابہ کی طرح اس جماعت کے معلم بھی خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں۔

آخر میں میں اپنی جماعت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ بیشمار لوگوں سے خدا تعالے نے انہیں چن لیا۔ اور دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالے ان کے حصہ میں حسنۃ الدنیا اور حسنۃ الآخرت لکھ دے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خطبہ نمبر سوم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد واٰلہ واصحابہ اجمعین۔ فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یٰبنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم واوفوا بعھدی اوف بعھدکم وایای فارھبون وامنوا بما انزلت مصدقا لما معکم ولا تکونوا اول کافر بہ ولا تشتروا بایتی ثمنا قلیلا وایای فاتقون ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون واقیموا الصلوٰۃ واتوا الزکوٰۃ وارکعوا مع الرٰکعین اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم وانتم تتلون الکتٰب افلا تعقلون واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ وانھا لکبیرۃ الا علی الخاشعین الذین یظنون انھم ملٰقوا ربھم وانھم الیہ راجعون۔

سورۂ فاتحہ یعنی الحمد شریف جو ہم کو اللہ تعالے نے سکھائی ہے - اوس میں اسی امر کی بڑی بھاری اور ضروری تعلیم دی ہے - کہ ہم اون لوگوں کی راہ تلاش کریں - جو اللہ تعالے کے نزدیک مقبول ہوئے ہیں - ہمیشہ اہدنا الصراط میں بڑی فکر کی ضرورت ہے - اور سچ تو یہ ہے - کہ جو بات تجربہ کے معیار پر کامل العیار ثابت ہو چکی ہے - اوس سے بہتر دوسری ہو ہی نہیں سکتی - عربی زبان میں ایک عام ضرب المثل ہے - سئل المجرب ولاتسئل الحکیم - تجربہ کار سے دریافت کر نہ حکیم سے -

اللہ تعالے اہدنا الصراط المستقیم کی ہدایت کر کے صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ میں اُس اندیشہ اور وہم کو دور کرنا چاہتا ہے - جو کسی اوپری اور نامعلوم بات پر عمل درآمد کرنے سے پیشتر ذہن میں گذر سکتا ہے - کہ وہ راستہ ایسا اوپرا نہیں - کہ کوئی اوسپر کبھی چلا ہی نہ ہو - نہیں نہیں بلکہ وہ راہ ایسا معروف و مشہور عام ہے - کہ ہزاروں ہزار منعم علیہم اوسپر چلے اور دنیا نے دیکھ لیا - کہ اوس راہ پر چلنے والوں پر کسقدر الٰہی فیضان ہوا - فی الحقیقت یہہ بات قرآن کریم اور صرف قرآن کریم ہی کو حاصل ہے ؎ اور یہہ بزرگی اور امتیاز اسی سے مخصوص ہے - کہ وہ ایسی باتوں کو جو خدا تعالیٰ کی رضامندی اور ناراضی سے تعلق رکھتی ہیں ایسی بدیہی باتوں میں اونکو پیش کرتا ہے - کہ ایک معمولی عقل کا انسان بھی اون کو سمجھہ سکتا ہے - اور اوس سے بہتر اور آسان ذریعہ سمجھانے کا ممکن ہی نہیں - جیسے اگر ادویات کی تاثیر یں اور خواص اسطرح بتلائے جاتے کہ اون کی توضیح اور تشریح میں بڑی بڑی ضخیم کتابیں ہی لکھی ہوتیں اور کوئی ایک آدھ آدمی بھی تجربہ کر کے اوسپر گواہی دینے والا نہ ہوتا - تو میں نہیں سمجھہ سکتا - کبھی بھی یہ کام انسانی طبیعت کے قبول کرنے کے لائق ہو سکتا ٹھیک اسی طرح اگر خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے نسخے الفاظ تک ہی محدود رہتے - تو ان کا کمال اور حسن ظاہر نہ ہوتا - جیسا اب ہوتا ہے وہ لوگ کسقدر ظالم اور بخیل ہیں - جو خدا تعالے کے احسان عام اور فیضان کو مختص کرنا چاہتے ہیں - اور انبیاء علیہم السلام ؎ کو ایک نمونہ قرار دیکر بھی اس امر واقعی کا انکار کرتے ہیں - کہ کوئی دوسرا اس راہ پر چلکر وہی فیضان اور فیض نہیں اٹھا سکتا - کس قدر غلطی اور کیسی شرمناک غلطی ہے - کہ اگر کوئی شخص یہ کہے - کہ زید تو ایک راہ پر جو لاہور کو جاتی ہے - چل کر لاہور پہنچ جاوے اور بکر اوسی راہ پر چل کر نہ پہونچ سکے - ایسے خیالات خدا تعالے کے فیوضات کے انکار کا پیش خیمہ

؎ جو اس کے وجود اوس مقدس راہ کے تجربہ کاروں کے پاس نمونے ہیں جس کی تعلیم اللہ تعالے کا خاص مقصد ہے - (ایڈیٹر)

ہوتے ہیں۔ پس قرآن کریم نے خدا تعالےٰ کی رضاجوئی کے لئے جو راہ تعلیم کی ہے۔ وہ راہ ایسی
نہیں بتلائی۔ کہ جس پر کوئی کبھی چلا ہی نہ ہو۔ نہیں۔ بلکہ اوس کی بابت ہزار ہا تجربہ کرنے والوں
کے پاک نمونے ہر زمانے ہر ملک اور ہر قوم میں گذرے ہیں۔ دور جانے کی بات نہیں۔ اوس مقدس
راہ پر چل کر فائز المرام ہوئے والا تجربہ کار خود تم میں سے آیا۔ اور تم میں بیٹھا ہوا اوس صداقت
کا زندہ ثبوت ہے۔ قرآن نے جو راہ اختیار کی ہے۔ وہ راہ ایسی راہ ہے۔ کہ دنیا کی کسی قوم کو نہیں
سوجھتی اور سوجھتی کیونکر یہہ انسانی عقل۔ انسانی ارادے اور زمینی سمجھہ کا کام نہیں۔ یہ تو آسمانی
نور کی رہبری اور ہدایت کا کرشمہ ہے۔ قرآن نے دو فریق پیش کئے ہیں۔ ایک فریق کہتا ہے۔ کہ
ہماری تمام باتیں اپنے ہوا و ہوس کا نتیجہ نہیں بلکہ اللہ کریم کی رضاجوئی کے لئے ہیں۔ اور اوس کے
ہی پاک منہ سے نکلتی ہیں۔ اور اس امر کے ثبوت میں یہ کہا۔ کہ دیکھو! ہم ایک عاجز انسان ہیں۔ ہماری
جماعت کوئی قومی جماعت نہیں۔ بالکل مسکین اور مہجور القوم انسان ہیں۔ پھر اس پر بھی تم دیکھہ لوگے
کہ تمہارے زور آور حملوں میں ہم ہی کامیاب ہوں گے! حقیقت میں یہ بات کہنے والا فریق دنیا
کے اسباب کے لحاظ سے ایک نہایت ہی ضعیف اور کمزور فریق ہوتا ہے جسکو دیکھہ کر ہر ایک دنیادار معاً
یہ بول اٹھتا ہے۔ کہ یہ آج نہیں کل ہلاک ہوگا۔ اس کی ہستی ہی کیا ہے۔ اوس پر ہر ایک نے اپنے
ترکش کے تمام تیر خالی کئے جو کچھہ کسی کے پاس تھا۔ اوس کی مخالفت ہی میں صرف کیا۔ مگر ایک لمبی
دوڑ ایک مدت کا مقابلہ ظاہر کرتا ہے۔ کہ باوجود اس قدر کمزوری اور بے سر و سامانی کے یہہ فریق اپنے
زبردست حریف پر جو ہر طرح سے نظر بر اسباب دنیا اس قابل تھا۔ کہ بامراد ہوتا۔ مظفر اور منصور
ہوتا ہے۔ اور دنیا دیکھتی ہے۔ کہ ایک عاجز انسان کیونکر ایک قومی جماعت کو زیر و زبر کرتا۔ اور اون کی
منصوبوں کو پاش پاش کرکے فتح پاتا ہے لاریب یہہ نظارہ ایک غور کرنے والے دل کے لئے ایک
عجیب نظارہ ہے۔ اس میں راز کیا ہے۔ بات یہ ہے۔ کہ اون کی ہر مقابلہ میں کامیابی ہر پہلو میں
اون کی فتح یہہ ظاہر کرتی ہے۔ کہ خدا تعالےٰ اپنے ہاتھہ کی چمکار دکھلاتا ہے۔ اور یہ دکھانا مقصود ہے
کہ ایک غیب الغیب نصرت اون کے شامل حال ہے۔ اس سے یہ بات تجربہ میں آگئی۔ کہ جس طریق
پر یہ لوگ زندگی بسر کرتے ہیں وہی طریق کامیابی کا سچا ذریعہ ہے۔ وہ کامیابی کی راہ وہ خطا نہ کرنے
والا طریق یہی ہے۔ جو سورہ فاتحہ میں ارحم الراحمین خدا نے تعلیم کیا ہے۔ اس دعا کے اندر ایک

ایسی خاصیت ہے - کہ دقیق در دقیق خاصے اوس میں شامل ہیں - ردیلہ صفات دور ہو کر
اون کی جگہ صفات حمیدہ لیتی جاتی ہیں - اور جوں جوں قدم آگے بڑھتا ہے - ایک نیا سرور نئی زندگی
حاصل ہوتی ہے - اس قدر احتظاظ اور لذت ملتی ہے - کہ بے اختیار ہو ہو کر قدم آگے کو پڑتا ہے -
اور یہ بات ایک شہودی امر کی طرح محسوس ہونے لگتی ہے - کہ بس ہر میدان میں فتح ہی فتح ہے - اور
کے بالمقابل ایک اور وجود دکھایا ہے - جو اس راہ پر نہیں چلنا چاہتا - اور وہ غول راہ بن کر
بہکاتا اور ٹھوکر کا پتھر بنتا ہے - لیکن نتیجہ کیا ہوتا ہے - ہر جگہ نامرادی کلفت اور رنج کی خوف
ناک اور ناقابل برداشت پہاڑ اوس پر ٹوٹ ٹوٹ پڑتے ہیں بالآخر رہ جاتا ہے - اور نہیں چل سکتا
آخر فنا ہو کر اپنے مقابل مقدس حریف کی صداقت پر مہر کر دیتا ہے - اس قسم کے مقابلہ کا تاریخ پتہ
بتلا سکتی ہے کہ جب سے انسانی ہستی کا نشان ملتا ہے اسی وقت سے یہ مقابلہ ہر آن ہوتا رہتا ہے - اور
ہر دم یہ اٹل قانون نظر آتا ہے کہ یہ قوم مظفر و منصور ہوتی چلی جاتی ہے اور مخالف ناعاقبت اندیش
مخالف اپنی ہلاکت کا موجب ہوتے جاتے اور ہلاکت کے گڑہے میں ایسے گرتے ہیں کہ دنیا اونکو نگل کر
ہمیشہ کے لئے نام و نشان تک کھو دیتی ہے - غرض تو سورۃ فاتحہ میں خدا نے ایک منعم علیہم کا گروہ بتلایا
ہے اور نماز میں فرض کیا کہ اسی راہ کے لئے پوری تڑپ اور سوزش ظاہر کی جاوے - نہ لفظاً اور حرفاً
بلکہ روح میں ایسا گداز پیدا ہو کہ وہ اوس سچی تڑپ کے آثار عین الیقین کی طرح دیکھے - کیونکہ یہ
راہ ایک تجربہ شدہ ہے - یہ راہ غولان بیابانی کی راہ نہیں جہاں آبادی کا نشان نہیں اور کسی
قافلے یا کارواں کا نقش پا نہیں بلکہ اس پر تو ہزارہا نقش پا موجود اور زندہ نشان میل اور
فرسنگ نظر آتے ہیں جو اپنی عملی حالت سے دکھاتے اور چلن زندگی سے مشاہدہ کراتے ہیں کہ وہ فایز المرام
کرنے والی راہ کے زندہ نشان ہیں - فی الجملہ سورۃ فاتحہ میں جو راہ بتلائی گئی ہے یہی ایک راہ ہے جو
سلامتی اور کامیابی کی راہ ہے اور اوس کے خلاف چلنا نامراد رہنے کا نشان اور ہلاکت کا سامان بہم پہنچانا
ہے اور یہ امر دعوے ہی دعویٰ نہیں جس طرح حقایق الاشیاء کا علم تاوقتیکہ تجربہ اور مشاہدہ صحیحہ اوس کے
ساتھہ نہ ہو محض ایک خیالی امر قرار پا سکتا ہے اسی طرح اس راہ کی صداقت کے لئے شواہد موجود ہیں -

یعنی جو اوس پر چلے اور فایز المرام ہوئے اور جو خلاف چلے اور نابود ہوئے -

اور سورۃ البقر کے سورۃ الفاتحہ کے بعد شروع ہونے کی فلاسفی یہی ہے -

سورہ فاتحہ میں ایک دعویٰ پیش ہوتا ہے اجمالی رنگ میں۔ سورۃ البقر اس کی دلیل ہے۔ اور تفسیر۔

وہ انعمت علیھم جن کی راہ کی ہدایت ہوتی ہے کون تھے؟ اور اُن پر کیا انعام ہوئے کس طرح خدا کے فضل نے اُن کو اپنے سایہ میں لیا؟ پھر مغضوب علیھم کون تھے؟ اور اُن کی راہوں سے بچنے کی فکر کیونکہ اُنکے نمونہ کو دیکھہ کر کرنی چاہئے۔ اِن ساری باتوں کا بیان سورۃ البقر میں جسکا میں نے ایک رکوع پڑھا ہے۔ نہایت شرح وبسط سے فرمایا ہے۔ پس اِن باتوں پر غور کر کے ایک سچی تڑپ اور سچے جوش سے انعمت عَلَیْھِم کی راہوں پر چلنے کی دعا مانگنی چاہئے اور مغضوب علیہم کی راہوں سے بچنے کی توفیق مانگنی چاہئے تاکہ ان غولان بیابانی سے بچ کر انسان منزل مقصود کو پہنچے۔

اب اس مقام پر انعمت علیھم اور مغضوب علیہم کا ذکر چھیڑ دیا ہے تاکہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر کا پتہ لگے اور بصیرت کے ساتھہ معلوم ہو جیسا میں نے بیان کیا ہے اللہ تعالےٰ نے اپنی رضا کے راہوں کے لئے انبیاء علیہم السلام کی قوم بنائی ہے۔ اُن کے چال چلن کو دیکھہ کر تفتیش اور تحقیق کی ضرورت نہیں جس راہ پر وہ چلے اُس راہ پر چلنے کا نتیجہ اس کی صریح کامیابی ہے۔ بالمقابل بنی اسرائیل مغضوب علیہم ٹھہر گئے۔ مغضوب علیہم جب ہی ہوتے ہیں۔ جب انعمت علیہم کی راہیں دکھائی جاویں۔ مجرم تب ہی ہوتا ہے جب قانون شائع ہو۔ پھر اوس کی خلاف ورزی میں مجرم قرار دیا جاتا ہے۔ بنی اسرائیل قیامت تک ایک نمونہ ٹھہر گئے۔

جب انسان سورۃ فاتحہ پڑھے ہے تو انعمت علیہم پر ٹھہر کر بنی اسرائیل کی اوس حالت پر غور کرے جو سورۃ البقر میں مندرج ہے۔ اور کانپتے ہوئے دل سے سوچے کہ انعمت علیہم کے ساتھہ ہی مغضوب علیہم کی راہ بھی ہے جو ہلاکت کا کُھلا کُھلا راستہ ہے اور اوس سے بچنے کے لئے چیخ چیخ کر فریاد کرے اور دعا مانگے

نوٹ ملہ۔ انسان کی فطرت میں یہ اضطراری حالت واقع ہے کہ جب وہ کسی تکلیف یا مصیبت کو سامنے دیکھتا ہے۔ تو چلاتا اور شور مچاتا ہے۔ بظاہر اوس چیخ پکار سے کوئی فائدہ مترتب ہوتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ لیکن نفس الامر میں اُسی شور و پکار اور آہ و فریاد میں تسلی اور اطمینان کی روشنی کی جھلک سی دکھائی دیتی ہے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ ہر مصیبت کے آنے پر بے اختیار انسان رو پڑتا ہے۔ پس شیطان رجیم چونکہ ہر آن انسان کے بہکانے کی فکر میں لگا رہتا ہے اور انعمت علیہم

یہہ خدا کا فضل اور احسان ہے کہ اُس نے قرآن جیسی محکم کتاب ہم کو عطا کی جو معرفت کے مشکل سے مشکل مسائل کو آسان لفظوں میں حل کر دیتی ہے۔

اے اسرائیل کے بیٹو! میری نعمت کو یاد کرو۔ میں نے اپنے رسول تمہارے پاس بھیجے۔ عمدہ کھانے کھانے۔ ٹھنڈا پانی پینا اور شاندار لباس پہن لینا یہ کیا چیز ہے بڑی نعمت آلٰہی یہی ہے۔ کہ خدا کے فضل کے نمونے اور اس کے فرستادہ پیدا ہوں۔ جن کی راہوں پر چل کر ابدی روٹی ملی۔ ابدی آسائش کا سامان میسر آئے۔ میری نعمت کو یاد کرو۔ میرے عہد کو تم پورا کرو۔ میں اپنا عہد پورا کرونگا اور اس عہد کے پورا کرنے میں کوئی لالچ عہد شکنی پر مجبور نہ کرے۔ اس آیت میں مغضوب علیہم کی پہلی خصلت معلوم ہوتی ہے اور یہ پتہ لگا کہ مغضوب علیہم منعم کے سایہ میں ہوتے ہیں۔ انعام آلٰہی کی سچّی قدر نہ کرنا اُس کے غضب تک پہنچا دیتا اور مغضوب علیہم کی فہرست میں داخل کر دیتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلی بیماری جو غضب آلٰہی کو کھینچ لاتی ہے اُس کے عہد کو توڑنا ہے۔ اور ایمان لاؤ اس پر جو میں نے نازل کیا یعنے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر۔ اور یہ ایمان ایسا نہیں کہ تم اس کی نسبت شکایت کر سکو کہ کوئی بدعت ہے اور صحف سابقہ میں اس تعلیم کی کوئی نظیر نہیں بلکہ یہ وہی تعلیم ہے جو کامل اور مکمل ہو کر دنیا میں آئی ہے اور تمہارے انبیاء کی تعلیم اور پیشگوئیاں جو ادھوری اور محتاج تصدیق و تکمیل تھیں اُن کی تکمیل و تصدیق کے لئے آیا ہے اور حق کے ساتھ آیا اور حق لیکر آیا اور وقت پر آیا ہے۔ اس کے معنے اگر سمجھتا ہوں۔ تو ہمارے پاس چابی موجود ہے۔ ہمارے امام نے کہا کہ کیا نشان ہے قطع نظر اس کے کہ نشان موجود ہیں۔ نشان کی ضرورت تب ہوتی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲:۔ پڑھتے ہی سماں مغضوب علیہم کا نظارہ پیش نظر آجانے سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انسان ٹھٹھک نے ہوشیار اور خبردار ہو کر چلے اور سورۃ الفاتحہ کی اس ترتیب میں ہم کو یہ راز معلوم ہوتا ہے کہ اگر انعمت علیہم کی راہ کا ذکر ہوتا۔ اور اس کے ساتھ ہی مغضوب علیہم کی راہ کا ذکر نہ ہوتا تو وہ ایسی معنی خیز اور مطلب بر آر نہ ہوتی بلکہ اس کے ضمن میں ہم اس اعتراض کا جواب بھی پا سکتے ہیں جو اس موقع پر کوئی شخص یہ کہہ کر کر سکتا ہے کہ انعمت علیہم کی راہ کی ہدایت کافی تھی اس لکھنے کی کیا ضرورت تھی کہ غیر المغضوب علیہم ولا الضالین۔ اس ترتیب سے یہ پتہ لگتا ہے کہ انعمت علیہم کی راہ در اصل ایک ایسی راہ ہے جو مغضوب علیہم اور وہ الضالین کے بیچ میں سے ہو کر گذرتی ہے یعنی ایک طرف تو مغضوب علیہم کی راہ ہے جو تاریکی اور ذلت کے گڑھے کی طرف لئے جاتی ہے اور دوسری طرف والضالین کی خوفناک راہ ہے۔ جو ہلاکت

اگر قرآن کے خلاف کوئی سلسلہ قایم ہوتا - امام موعود تو بار بار یہی کہتا ہے کہ میں تو قرآن اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کے لئے آیا ہوں - اُس مقدس تعلیم کی روشنی پھیلانے اور اغلاط کو برباد کرنے آیا ہوں - غور کرنیوالا سوچ سکتا ہے کہ یہ انوکھی بات نہیں ہو سکتی ازلیس ضروری تہا کہ اس دعوے کو بلا حجت مان لیتے - دیکھو تم اس سنت سے واقف ہو کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام جب آتے ہیں تو اوّل نمونہ کفر کا ان عالموں ہی نے قایم کیا ہے - حقیقت میں اوّل کافر بہ کے معنی یہ ہیں کہ علما جو سندوں اور صحاح کو پیٹ میں رکھنے والی ہیں جب یہ تکفیر کرتے ہیں تو پھر عوام اون کے مقلد ہو جاتے ہیں - اوّل کافر بہ میں سمجھا دیا ہے کہ تمہارا حق تو یہ ہے کہ تم اوّل مسلم بہ ہو تم تو اس سنت سے واقف اور خوب ماہر ہو کر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اس امت میں مجدد ہونگے میرے دعوے سے حضور کی پیش گوئی پوری ہوتی ہے اور تم خوب واقف ہو اور قرآنی عزت کلمہ کے بلند کرنے کا دعوے کرتے ہو تم کو چاہئے تھا کہ تم ایسی ٹیڑہی نہ جماتے کہ لوگ گمراہ ہو جاتے اور خدا کے فرستادہ کا انکار کر کے ہلاکت کی راہوں میں جا پڑتے - میں بہت سوچتا ہوں - زنا ایک گناہ ہے - جس سے زمین پھٹتی اور آسمان پھٹتا ہے - مگر مغضوب علیہم میں شامل کرنیوالا گناہ اوس سے کہیں زیادہ بدتر ہے - زنا کی وجہ سے جو آتشک ہو جاتا ہے مگر دو دو چار چار پشتوں کو تباہ کر کے پھر صاف ہو جاتا ہے مگر جو گناہ مغضوب علیہم کے پیچھے ہاتھ دہو کر پڑا ہے - اور قیامت تک پیچھا چھوڑتا نظر نہیں آتا - وراست بازوں کی چلتی ہوئی گاڑی میں روڑا اٹکا دیتا ہے اور اونکے کام میں ایک روک ڈالنے کا موجب بنتا اور بہتوں کے لئے ٹھوکر کا پتھر ہو کر رہتا ہے - یہ قیامت تک برا نمونہ ہے - بنی اسرائیل ہی کو دیکھو کہ ایک قوم ہے جو ایک وقت اوس کی یہ حالت تھی کہ خدا کے فضل اوسپر اسقدر تھے کہ شمار میں نہیں آتے تھے اور پھر غضب آلہی کا پہاڑ اون پر ایسا ٹوٹا ہے - کہ انہیں پیس کر ہی رہا - کیوں ؟ خدا کے فرستادوں اور مامورون کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱ : - کی اندہیری راہوں اور تاریک کوٹھڑیوں میں پہونچاتی ہے اور ان کے پیچھے ہو کر انعمت علیہم کی راہ ہے اور جو بظاہر کٹھن اور سخت راہ ہے لیکن حقیقت معراج اور صعود کی راہ ہے جو علیین تک پہنچاتی ہے اور اقرب الی اللہ کرتی ہے - پس اس راہ پر چلنے کے لئے انسان کو جہاں ایک طرف مستعد و کمر باندہنی چاہئے اوس کے ساتھ ہی ایک بڑی بھاری احتیاط سے کام لینا چاہئے + اور اسی لئے انعمت علیہم پر پہنچکر سالک کے دلمیں ایک بڑی گھبراہٹ اور اضطرار ہوتا ہے کہ ایسا نہ ہو ذرا سی بے احتیاطی اور بے فکری اوسکو ان خوفناک راہوں میں سے کسی ایک میں جو اوس کے تحت میں دونوں میں طرف واقع ہیں گرا کر

(بقیہ دیکھو صفحہ ۲۳)

جو دنیا کا نور اور روشنی کے فرشتے تھے۔ اِن ناعاقبت اندیش بہشت کے ٹھیکہ داروں نے اپنے علم و فضل کے گھمنڈ میں آکر تاریکی کے فرشتہ ثابت کرنے کی کوشش کی یہ لوگ ہیں جو خدا سے جنگ کرتے ہیں اور اُس کی راہوں میں پتھر ڈالنے والے ہیں۔ یہ انکار کا گناہ۔ یہ تکذیب کا جرم ایسا متعدی ہے کہ نسل در نسل پیچھا نہیں چھوڑتا اور اسکا وبال اور نکال ایسا سخت اور نہ ٹلنے والا ہے کہ قیامت تک ذلیل کئے جاتا ہے۔ اِن تکفیر کا فتوے طیار کرنیوالوں نے وہی راہ اختیار کی ہے انہوں نے ایک نور کے فرزند اور روشنی کے فرشتہ کو تاریکی کا خوفناک ہَوّا۔ اور طُمرادنی شکل کا غول بیابانی اور اندھیرے کا جن دکھلایا ہے۔ انہوں نے اوس کفرنامہ میں ایک مامور کے مقدس خط و خال ایک بھونڈی شکل میں دکھائے ہیں۔ کہ جب اگلی نسل کے پاس جاوے تو وہ اوس مامور کو جس کو خدا نے نور کر کے بھیجا ہے ایک ہَوّا اور جن سمجھکر ڈر جاوے اور اوس سے دور بھاگیں۔ کسقدر عظیم الشان ظلم اور شرارت ہے۔ کیسی دل کو ہلا دینے والی خوفناک مکر و حرکت ہے۔ اس کا فکر نہیں کہ انہوں نے تکفیر کی۔ یہ رنج نہیں کہ ایک مامور خدا کو ستایا گیا یہ تو سنت اللہ چلی آئی ہے رنج اور فکر کی تو یہ بات ہے کہ اِن اندھوں کو تو علم دیا گیا تھا سمجھ اور فکر سے بہرہ وافر ملا تھا + اونہوں نے اسی راہ اوروں کی ٹھوکر کے لئے کیوں طیار کی پس جب غیر المغضوب علیہم پڑھا جاوے تو کانپتے ہوئے دل اور لرزتے ہوئے لبوں سے اس ابدی جہنم کی راہ سے بچنے کے لئے دعا کی جاوے کہ اے خدا اِن لوگوں کی راہ سے بچا جن پر تیرا غضب ہوا اور ساتھ ہی اس امر کو ذہن میں رکھو۔ کہ یہ مغضوب کون تھے اور کیوں ہوئے۔

یقیہ حاشیہ صفحہ ۲۲:۔ چکنا چور کر دے لہذا ایک سچی تڑپ اور گدازش روح سے اس مقام پر پہونچکر دعا مانگنی چاہیے۔ ہمارے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ سالک راہ نجات کے لئے کٹھن اور صعب ترین منزل یہی ہے اور یہی وہ مقام ہے جس میں سالک متقی کہلاتا ہے۔ جیسے متقی کے لئے بڑی احتیاطوں کی ضرورت ہے اسی طرح سورۃ الفاتحہ پڑھنے والے داعی کے لئے کیونکہ انعمت علیہم کی آرزو کرنیوالا انسان ابھی اتقا کے درجہ پر ہوتا ہے۔ اور فلاح اور نجات کی منزل پر جب پہونچتا ہے جب منعم علیہم کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے پھر اوسے سرج حاصل ہوتا ہے جہاں تتنزل علیہم الملائکۃ ان لاتخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون کا درجہ اِن کو ملتا ہے پھر ہر ایک قسم کی گھبراہٹ اور خطرہ سے رہ دار الامان میں ہوتے ہیں اور پوری تسلی اور سکینت ملتی ہے۔ غرض انعمت علیہم کی راہ پر قدم مارنا ہی اصل چیز ہے اور اس کی حقیقت ہمارے ذہن میں صراط المستقیم ہے جو فایز المرام ہونے والے سالک کو گذرنی پڑتی ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے۔ (ایڈیٹر)

وقت چاہتا تھا کہ کوئی نازل ہو۔ زمین پکار پکار کر کہتی تھی۔ کہ آسمان کے دروازے کھلیں۔ تقویٰ
اور طہارت اٹھ گئی تھی۔ مگر افسوس کہ خدا کی ذات اور صفات کے مقابلہ میں حیا و شرم شیر مادر کی طرح پی
گئے۔ ایک اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے آیا جس نے زمین کو دُہائی دینے پر مجبور کیا تھا۔ تمہارا کیا بگڑا۔
کیا کوئی نماز کم ہوئی؟ کیا قرآن کا کوئی حصہ کم ہو گیا؟ کیا ذوق شوق کم ہو گیا؟ پھر اے تکفیر بازی
کرنیوالے گروہ مولویان "اوّل کافر بہٖ" کیوں بنتے ہو میرے نشانوں کے عوض میں تھوڑا
مول نہ خریدو۔ یہ دنیا اور ما فیہا آسمان اور زمین بھی آلہی آیات کے بدلے ثمن قلیل ہے۔
محمد رسول اللہ کے بدلے دنیا نہ خریدو۔ رسول اللہ کی پیشگوئیاں آیات بینات کی صورت میں
پوری ہو چکی ہیں جو حضور کی کامیابی پر ایک روشن دلیل ہیں اور حضور کی کامیابی اور رفتار گفتار میں
اگر وہ شخص جھوٹا ہوتا تو کیا مکہ کے تیرہ برس اوس کے لئے کافی نہ تھے کیا خیال آسکتا ہے۔ کہ ایک تن تنہا
یتیم ایک زبردست قوم کا مقابلہ کرے اور خدا کے ...... ہاتھ کے سہارے بغیر مظفر و منصور ہو جائے
کیا انسانی ذہن اور تدبیر کوئی ایسا نمونہ قایم کرسکتا ہے۔ اب اتنی لمبی رفتار اور دوڑ میں اس قدر قرائن
قوی تمہارے ہاتھ میں آگئے ہیں کہ تم کو بجز اس کے چارہ نہیں کہ تم اوسے راستباز اور مامور من اللہ
مان لو مگر دنیا کا لالچ روکتا اور سدّ راہ بنتا ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ یہی دنیوی لالچ جو آیات اللہ کا ثمناً قلیلاً
ہے خدا کے غضب کو کھینچ لاتا ہے۔ یہی حال اب تک چلا جاتا ہے۔ نشان پر نشان دیکھتے ہیں لیکن انکار
کے گڑھے سے نہیں نکلتے پر نہیں نکلتے۔

ایک مولوی صاحب سے پوچھو کہ متوفی کے معنے عام طور پر مر گئے ہیں وہ روح اور راستی سے جانتا
ہے کہ اس کے یہی معنے ہیں لیکن چونکہ وہ خوب جانتا ہے کہ یہ بھی موعود کے نشانوں میں سے ایک نشان
ہو گیا ہے اس لئے انکار کرتا ہے۔ اور رکیک اور بالکل بے معنی تاویلیں کرتا ہے۔ ہاں اگر موعود
نہ آیا ہوتا تو کوئی روک نہ تھی لیکن اب موعود کے ہوتے چونکہ متوفی کے معنے ٹھیک کرنے موعود کے وجود کی
ایک آیت ہے۔ اس لئے مولوی صاحب کا دل گروہ اجازت نہیں دیتا کہ موت کے معنے کرے۔ اتنا بڑا
نشان جو قیامت تک ایک نمونہ ہو کر آیا ہے اوس کے نشان تو بہت بڑے تھے۔ مگر سنت اللہ یونہی ہے
اور یونہی چلی جائے گی۔

ولا تلبسوا الحق بالباطل وتکتموا الحق وانتم تعلمون۔ حق کو باطل سے نہ ملاؤ۔ اور

اور حق کو چھپاؤ نہیں تم تو عالم ہو جانتے ہو اب حق کو باطل سے ملانے کے لئے بھی دیکھہ لو - اور اس کی
تفسیر کے لئے غور کرو یا عیسٰے انی متوفیك ورافعك الیّ میں قرآن محکم نے جو ترتیب ازلی اور
حکیمانہ رکھی ہے اُس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ نہیں نہیں یہ ٹھیک نہیں معاذ اللہ خدا سے غلطی ہو گئی
اللہ اللہ کسقدر بے باکی اور شوخی ہے - ناتوان انسان کہاں قدم مارتا ہے اور کس مقدس ذات کی شان
میں لب گستاخی کرتا ہے اور یہ ہنسی کی بات نہیں ؟ دیکھو کیونکر حق سے باطل کو ملا دیا - وانتم تعلمون
یہ لفظ خدا کے غضب کو کھینچنے والے ہیں - روحیں خوب جانتی ہیں کہ ہم بے ایمانی کرتی ہیں - دعویٰ انکا
سچا ثابت ہوتا ہے - مگر جان بوجھہ کر گواہی نہیں دیتے اب بیرونی ثبوت دیا - واقیموا الصلٰوۃ واتوا
الزکوٰۃ وارکعوا مع الرّاکعین - جس جماعت کی شمولیت کا حکم دیتے ہیں یہ خدا کے فرمانبرداروں کی
اعلےٰ جماعت رسول اللہ کی جماعت ہے - اتامرون الناس بالبر وتنسون انفسکم -
لوگوں کو تو تم حکم دیتے ہو کہ ہر ایک انسان سے نیکی کرو مگر کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور اُس
کی جماعت کے ساتھہ خود یہ سلوک کرنا چاہئے - کہ غیظ و غضب اور سب و شتم کر کے رکھہ دیا جاوے
اور کوئی دقیقہ آزار رسانی کا باقی نہ رکھا جاوے - وانتم تتلون الکتب - تم تو کتاب اللہ میں
پڑہتے ہو مگر انسان جب تک اپنی آنکھہ کے شہتیر نہ نکالے دوسرے کی آنکھہ کا تنکا کب نکال سکے گا پھر آخر
کا نمونہ بھی دکھایا اور آلہی کتابوں اور اوس کی دائمی سنت کی طرف بھی توجہ دلائی - اس کے بعد فیصلہ حق
و باطل کا عجیب ذریعہ بتلایا کہ تم دعاؤں اور روزوں کے ساتھہ رات کو اُٹھہ اُٹھہ کر گڑ گڑا کر دعائیں مانگو -
کہ اے مولا کریم ایک شخص کہتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں ہم تیری رضا کے خواہشمند ہیں اگر وہ
سچا ہے تو تو اطمینان اور سکینت عطا کر اور خواب یا کشف کے ذریعہ اوس کی سچائی ہمارے دل پر
ظاہر کر دے اور دل کو ٹھیک طرف متوجہ کر دے - ٹھیک اسی مضمون اور منشاء کو پورا کرنیوالا اشتہار ہمارے
امام کی طرف سے شایع ہوا اور میں سچ کہتا ہوں کہ طالب حق کے لئے اوس سے بڑھکر اور کسی نشان اور
آیت کی ضرورت نہ تھی وہ کافی تر تھا - رات کے اندھیرے میں تاریک کوٹھڑی میں جب تنہا ہو یا ہو
ایک انسان مولا کریم کے حضور دعا مانگتا ہے - پھر اوسوقت خدا کا فضل اوس کی دستگیری کرتا ہے
ہمارے امام نے بھی یہی فرمایا کہ تم دعائیں مانگو میں اگر حق پر ہوں تو خدا تعالےٰ تم پر میرا حق پر ہونا ظاہر
کر دیگا - مگر نادانوں نے اسپر بھی توجہ نہ کی - اب اسقدر بیرونی اور اندرونی شواہد کے قایم ہو جانے کے

بعداور طریق تصفیہ تبلا دینے پر بھی اگر کوئی حق کی طرف نہ آئے اور خدا کے فضل سے بہرہ ور نہ ہو تو اسمیں قصور کسکا - پھر اتمام حجت ہوجانے پر خدا کے غضب کو کون روک سکتا ہے - اور آسمانی بجلی کو کون کہہ سکتا ہے کہ اے بجلی آسمان سے نہ گر - مگر دہریہ کے والے لوگ -

خدا ہم سب کو اپنے فضل سے اس راہ پر قایم رکھے جو انعمت علیہم کی راہ ہے وہ آخر دعوانا - ان الحمد للہ رب العالمین و صلے اللہ علے نبیہ محمد و آلہ اجمعین -

خطبہ نمبر چہارم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم - بسم اللہ الرحمن الرحیم

انما کان قول المومنین - الی الاٰیۃ (سورہ نور)

جسوقت مومنوں کو اللہ اور اسکے رسول کیطرف بلا دیا جاے کہ اللہ اور اوسکا رسول اونمیں فیصلہ کرے تو اون کی بات یہ ہو کہ وہ کہدیں ہم نے سنا اور مانا ایسے ہی لوگ ہیں جو بامراد ہوتے ہیں اور جو لوگ اللہ اور اوس کے رسول کی فرمانبرداری کرتے ہیں اور اوسکا خوف کھاتے اور تقوی اللہ اختیار کرتے ہیں وہ وہی لوگ ہیں جو بامراد ہوتے ہیں -

اس آیت سے پہلے اون لوگوں کا ذکر کیا ہے جو اللہ اور رسول کے فیصلے پر سچے دل سے راضی نہیں ہوتے اور نہیں چاہتے کہ اونکی مرضی کے خلاف اللہ اور اوس کے رسول کا فیصلہ ہو وہ اپنی ہوائے نفس کے مقابلہ میں اللہ رسول کے فیصلہ کو وقعت نہیں دیتے - اور اپنی ذاتی اغراض اور خدمات کو چھوڑنا پسند نہیں کرتے ان لوگوں کے ذکر کے بعد اوس فریق کا ذکر ہے جو اللہ اور رسول کے فیصلے پر انشراح صدر فراخدلی سے کہتے ہیں ہم نے سنا اور مان لیا - ایسے لوگوں کے لئے خدا تعالےٰ نے دو انعام فرمائے ہیں -

فلاح اور فوز یعنی دین و دنیا میں کامیاب المرام اور پاس ہونے والے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے -

فلا وربك لا یومنون الایتہ۔ تیرے رب کی قسم ہے کہ کبھی ایمان ہاں ایمان نصیب نہیں ہوسکتا جب تک تجھے تمام نزاعوں میں حکم قرار نہ دینگے اور نہ یہی کہ طوعًا وکرہًا تیرے فیصلہ پر اظہار رضامندی کریں اور گلے پڑا ڈھول بجانے والا معاملہ ہو۔ نہیں نہیں تیرے فیصلے سے اون کے دلوں اور سینوں میں تنگی نہ آئے بلکہ نہایت فراخدلی اور انشراح صدر سے اوسے مان لیں اور اس فیصلہ کے تسلیم کرنے میں ایک بے اندازہ لذت اور حظ محسوس کریں معًا عمل درآمد کرنے لگ جائیں۔ لاریب یہ ایسا ایمان ہے کہ تا وقتیکہ انسان کے اندر اپنے مقتدا کی نسبت یہ ایمان پیدا نہ ہو اسکو ایمانی لذت حاصل نہیں ہوسکتی اور کبھی وہ ایسی توفیق نہیں پاسکتا کہ بڑے بڑے عظیم الشان کام کر دکھائے۔ ماموریت کی راہ پر چلنے والے سالک کے لئے یہ اکثر دفعہ پیش آئیگا کہ وہ نہایت امن و آرام سے اپنے گھر میں خوش بیٹھا ہوگا۔ اتنے میں امام الوقت حکم دیگا کہ گھر چھوڑ دو۔ بظاہر اس حکم میں وہ اپنے خرمن آسایش پر ایک بجلی گرتے دیکھے گا۔ مگر چونکہ اس حکم کی خوبی اور مصلحت اور وہ لذیذ اور مسرت مجسم نتیجہ جو اس کی تعمیل کی ہمین ہے زمینی عقل اور سطحی فراست اور کسی چھوٹی میزان سے وزن نہیں ہوسکتا اور نہ کوئی عام پیمانہ اوس کو ناپ سکتا ہے اسلئے ممکن ہے کہ وہ عذر کرے اور لیت و لعل کر کے انکار کرے مگر وہ اس خوبی اور مصلحت کو سمجھ کیونکر سکتا ہے وہ آسمانی نہیں۔ مامور نہیں پس اوسکا انکار یا عذر اونکو فلاح اور فوز کی راہوں پر نہیں چلا سکتا بلکہ برخلاف اوس کے وہ اوسکو فسق کی ہلاک کرنیوالی راہ پر لے جاتا ہے۔ اسی لئے قرآن کریم نے ایسے لوگوں کو فاسق قرار دیا ہے جو امام وقت کے اطاعت سے سر پھیر دیتے ہیں۔ اگر برادری کے خیال اور سوسائٹی کے لحاظ سے کوئی عذر بھی نہ کرے اور مان بھی لے لیکن وہ انشراح صدر جو ایک سچے مومن کو ایسے وقت تعمیل حکم اور سر تسلیم خم کرنے میں ہوتا ہے نہ ہو۔ تو پھر بھی استحقاق ثواب حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ رضامندی اور تسلیم امام الوقت کے احکام کی خدا تعالےٰ کے لئے نہیں بلکہ سوسائٹی اور برادری کے لحاظ کے سبب سے ماموری کی طرف سے حکم ہوگا فلاں جگہ جاؤ اس لئے کہ مصلحت وقت یہی ہے مگر وہ سمجھتا ہے کہ وہاں جانا وبال جان ہے کبھی امام الوقت کہتا ہے کہ ساری جائداد دیدو مگر وہ مصلحت نہیں سمجھتا۔ غرض ماموری کی راہ میں سینکڑوں کام ایسے پیش آئیں گے کہ وقتًا فوقتًا اوسکی طرف ارشاد ہوگا۔ اگر کوئی اس آیت کے منشاء کے موافق ایمان اپنے اندر نہیں رکھتا کہ جب اللہ اور اوس کے رسول کا حکم ہوا تو کہے کیوں صاحب اسمیں کیا بھید ہے یا ہم کو ذرا مہلت دی جاوے۔ ہمارا باغوں

میں ابھی بھول آیا ہے۔ یا بال بچے بیوی دوستوں کی محبت روکاوٹ اور عذر کا موجب ہو یا اور اسی قسم کے
عذرات امام الوقت کے حکم کی تعمیل میں سدّراہ ہوں تو یقیناً یاد رکھو کہ وہ مومن نہیں ہے خلاصہ مطلب
یہی ہے کہ سنتے ہی کہا جاوے حضور ہم نے سن لیا اور ضرور ضرور اوس کی اطاعت کرینگے۔ اس قسم کے واقعات
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی پیش آئے ہیں۔ کوئی آیا ہے حضور ذرا مہلت دیں فلاں کام سنبھال
لوں۔ بیوی بچہ روتے ہیں اونکا ذرا انتظام کرلوں۔ اللہ تعالٰے نے ایسے لوگوں کی نسبت گواہی دی کہ ان
کے دل میں ضعف اور مرض ہے اور وہ درحقیقت ان عذروں کے آڑ میں فرار کرنا چاہتے ہیں۔ تاریخ شہادت
دیتی ہے کہ ایسے عذر کرنے والوں جی کے کچوں سے کوئی کام نہیں ہوا اب اس سے آگے جو آیت شروع ہوتی ہے
یعنی استخلاف کی آیت اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ جن لوگوں نے امام وقت کے نصائح اور فرامین کو
اپنے نصائح اور ہواے نفس پر مقدم کیا شرح صدر سے اون کی آواز سنتے ہی سمعنا و اطعنا بول اٹھے انہیں
اس میں کیا نتائج ملے۔ وعد اللہ الذین کی آیت ایک عظیم الشان آیت ہے اللہ تعالٰے فرماتا ہے جو ایمان
اور اعمال صالحہ کرے۔ مختصر الفاظ میں یہ کہو کہ جو لوگ سمعنا و اطعنا کہدیں اون کے لئے فلاح اور فوز دو
عظیم الشان انعام ہیں یعنی تم لوگوں میں سے جو اللہ اور رسول کے حکم کے آگے سر رکھدیتے ہیں اوس کی مصلحت
کو مقدم سمجھتے ہیں اور تمام ہوائے نفسانی کو کچل دیتے ہیں اور فوراً اوس ایمان کے متعلق عمل درآمد کرنے لگتے
ہیں۔ جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ایمان کا رنگ رکھتا ہے۔ وہ ضرور بادشاہ بن جاوینگے۔
پہلا نمونہ سمعنا و اطعنا کا خود رسول کریم نے دکھلایا کہ جب حکم ہوا انذر عشیرتک الاقربین آنحضرت شرح صدر
سے اس حکم کی تعمیل پر کمربستہ ہوگئے اور اپنی جان آبرو اور مال کا کوئی پاس اور ہراس نکر کے
عرب جیسی نڈر خونریز قوم اور اپنی برادری لئے آمادہ ہوگئے۔ اس سے دل کانپتا رہتا ہے کہ کتنا بڑا کام تھا
جو حضور علیہ السلام کو سپرد ہوا اور پھر کس ترتیب اور استقامت سے آپنے اسکی تعمیل کی۔ اور اپنے مصالح
کو مقدم سمجھکر عذر کرتے اور قریش کی خونی قوم کے تصور سے ڈر کر تبلیغ کو مصلحت وقت کے خلاف قرار دیتے۔
تو کیا یہ عظیم الشان کامیابی جو سرور کائنات کو حاصل ہوئی ہوسکتی تھی؟ مگر نہیں اس مقدس رسول نے
اپنی مصلحت کو مقدم ہی نہیں کیا بلکہ اپنی مصلحتوں کو کچل ڈالا اور اپنی خواہشوں کو ملکر خدا تعالٰے کی ندا پر پتلی
کی طرح چلنے لگے اور سنتے ہی سمعنا و اطعنا کہکر آمادہ ہوگئے اور اس سے وہ کامیابی حاصل کی کہ دنیا میں قیامت
تک کسی ایسے مظفر و منصور رہنما کا پتہ نہیں چلتا جیسا محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تھا۔ قیامت تک

دو جہان کا شہنشاہ اگر کوئی کہلایا ہے تو وہ محمد رسول اللہ ہی ہے۔ اور یہ بھی ضروری تھا کہ آپ کے پیرو بھی خدا اور آپ کی اطاعت کا اعلےٰ سے اعلےٰ نمونہ دنیا کو دکھاتے لہذا خدا نے سمعنا و اطعنا کہنے والوں کو چنا اور بتایا کہ ادن کو اس سے پہلے کیا۔ الذین امنوا و عملوا الصلحت کی قید لگانے سے صاف مطلب یہ ہے کہ اون کا ایمان عملی رنگ والا یعنی شرح صدر والا اور پوری تسلیم والا ایمان ہوگا وہی لوگ رسول اللہ صلعم کے جانشین بن سکیں گے یا یوں کہو کہ رسول کریم کے بعد علیٰ بلا فصل جو گدی پر جلوس فرما ہونگے وہ یقیناً ایمان اور اعمال صالحہ میں تمام صحابہ میں اکمل و افضل اور سرتاج ہونگے چنانچہ اس امام المسلمین افضل المسلمین کی اطاعت اور تسلیم پر نظر کرو۔ اس خطرناک وقت میں جب مکہ کی سرزمین مجنونوں اور خونریز کی طرح خدا کے نبی کو دیکھتی تھی۔ اور ہر طرف خطرہ تھا امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوبکر کے گھر میں آتے ہیں ابوبکر اپنی فراست صحیحہ سے اس مقدس پیشانی کو دیکھ کر تاڑ گئے اور اس سے پیشتر کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کچھ فرماویں۔ پوچھا کہ کیا اس وقت ہجرت کا حکم ہے۔ آپ فرماتے ہیں ہاں ابوبکر کے منہ سے کس خوشی میں یہ الفاظ نکلتے ہیں۔ کہ کیا ہجرت کا حکم ہوا ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا کہ کیا مجھے بھی جواب دیا کہ ہاں ایسے وقت میں جس کشائش دل اور سچی تسلیم سے اس قریش کی قوم کے نامی گرامی رئیس نے اپنے مقتدا کا ساتھ دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے اور اپنے تجارتی منافع اور قومی تعلقات کا بالکل لحاظ نہیں کیا اور نہ یہ سوچا ہے کہ ایکے [illegible] ندوں پر آتش مزاج جھلاتے ہوئے ناکام عرب کا کیسا خوفناک نزلہ گریگا اس تسلیم اور شرح صدر اور اطاعت مرشد و مولا کے کوئی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں۔ پھر وہ سفر آسایش کا سفر نہیں مخمل اور سندس کے اوپر قدم رکھکر جانے والا سفر نہیں ریل نہ تھی بلکہ قدم قدم پر خوف لگا ہوا ہے کہ اب پکڑے گئے اب حریف آ پہونچے۔ اور ادہر انعام کا اعلان ہو چکا ہے کہ جو سر کاٹ کر لاوے۔ اوسکو بیش قرار انعام دیا جاوے۔ ان خطرات کے درمیان وہ صدیق اکبر سنتے ہی بہت اچھا کہہ کر ساتھ ہو لیا۔ یہ ایمان جو شرح صدر والا ایمان ہے جس کے اندر پوری تسلیم ہے۔ ایمان جس نے پہلا نمونہ مرشد کی تسلیم کا دیا تبلایا ہے اسکا نتیجہ فلاح و فوز تبلایا ہے + اور پھر دیکھو کہ فلاح کیسی دی۔ تکالیف دل اور جسم سے چھوڑایا اور کیسے رسول اللہ کا وارث قیامت تک اسلام کی گدی پر سب سے پہلا جانشین ہوا۔ یہ شرف قرآن کریم کو ہے کہ جو تعلیم اور دعوے اوسمیں کیا جاتا ہے۔ وہ خیالی اور وہمی نہیں کہ اگر اوس پر چلیں تو کیا ہو۔ پہلے یہ دعوی کیا اور تعلیم دی کہ ایسا ایمان رکھنا چاہیے پھر اس محتمل اعتراض کے دفع کرنے کے لئے کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص

دو جہان کا شہنشاہ اگر کوئی کہلایا ہے تو وہ محمد رسول اللہ ہی ہے - اور یہ بھی ضروری تھا کہ آپ کے پیرو
بھی خدا اور آپ کی اطاعت کا اعلےٰ سے اعلےٰ نمونہ دنیا کو دکھاتے لہذا خدا نے سمعنا و اطعنا کہنے والوں کو
چنا اور بتایا کہ ادن کو اس سے پہلے کیا - الذین امنوا و عملوا الصلحت کی قید لگانے سے صاف
مطلب یہ ہے کہ ادن کا ایمان عملی رنگ والا یعنی شرح صدر والا اور پوری تسلیم والا ایمان ہوگا وہی لوگ
رسول اللہ صلعم کے جانشین بن سکیں گے یا یوں کہو کہ رسول کریم کے بعد بلا فصل جو گدی پر جلوس فرما
ہونگے وہ یقیناً ایمان اور اعمال صالحہ میں تمام صحابہ میں اکمل و افضل اور سرتاج ہونگے چنانچہ اس امام المسلمین
افضل المسلمین کی اطاعت اور تسلیم پر نظر کرو - اس خطرناک وقت میں جب مکہ کی سرزمین مجنونوں اور خونیوں
کی طرح خدا کے نبی کو دیکھتی تھی - اور ہر طرف خطرہ تھا امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ابوبکر کے گھر گیا آتے
ہیں ابوبکر اپنی فراست صحیحہ سے اس مقدس پیشانی کو دیکھ کر تاڑ گئے اور اس سے پیشتر کہ رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم کچھ فرماویں - پوچھا کہ کیا اس وقت ہجرت کا حکم ہے - آپ فرماتے ہیں ہاں ابوبکر کے منہ سے کس
خوشی میں یہ الفاظ نکلتے ہیں - کہ کیا ہجرت کا حکم ہوا ہے - آپ نے فرمایا ہاں پھر پوچھا کہ کیا مجھے بھی جواب
دیا کہ ہاں ایسے وقت میں جس کشائش دل اور سچی تسلیم سے اس قریش کی قوم کے نامی گرامی رئیس نے اپنے
مقتدا کا ساتھ دینے پر آمادگی ظاہر کی ہے اور اپنے تجارتی منافع اور قومی تعلقات کا بالکل لحاظ نہیں
کیا اور نہ یہ سوچا ہے کہ اسکے باہر والوں پر آتش مزاج جھلاتے ہوئے ناکام عرب کا کیسا خوفناک نزلہ گریگا
اس تسلیم اور شرح صدر اور اطاعت مرشد و مولا کے کوئی نظیر دنیا کی تاریخ میں نہیں - پھر وہ سفر آسایش
کا سفر نہیں مخمل اور سندس کے اوپر قدم رکھکر جاتے والا سفر نہیں ریل نہ تھی بلکہ قدم قدم پر خوف
لگتا ہے کہ اب پکڑے گئے اب حریف آپہونچے - اور ادہر انعام کا اعلان ہو چکا ہے کہ جو سر کاٹ کر لادے -
اوسکو بیش قرار انعام دیا جاوے - ان خطرات کے درمیان وہ صدیق اکبر سنتے ہی بہت اچھا کہہ کر ساتھ ہو لیا
یہ ایمان جو شرح صدر والا ایمان ہے جس کے اندر پوری تسلیم یہ ایمان جس نے پہلا نمونہ مرشد کی تسلیم کا دیا
بتلایا ہے اسکا نتیجہ فلاح و فوز بتلایا ہے - اور پھر دیکھو کہ فلاح کیسی دی - تکالیف دل اور جسم سے چھوٹا
اور کیسے رسول اللہ کا وارث قیامت تک اسلام کی گدی پر سب سے پہلا جانشین ہوا - یہ شرف قرآن کریم کو
ہرگز جو تعلیم اور دعوے ادہر سے کیا جاتا ہے - وہ خیالی اور وہمی نہیں کہ اگر اوس پر چلیں تو کیا ہو پہلے یہ دعوی
کیا اور تعلیم دی کہ ایسا ایمان رکھنا چاہئے پھر اس عمل اعتراض کے دفع کرنے کے لئے کہ ممکن ہے کہ کوئی شخص

دل میں ایسا خیال کرے کہ حکم سنتے ہی فوراً تعمیل کرنا کیا ضرور ہے ...... کہ اوس وقت عقل سے بھی کام لیا جائے شاید کبھی ایسا حکم دیدے جو سراسر تباہی اور بربادی لانے والا ہو اور ممکن ہے کہ کبھی وہ پولیٹیکل معاملات کی ناواقفی سے بہ سبب اسکے کہ وہ ایک گاؤں کے کونوں میں گمنام رہنے والا شخص ہے اور دنیا کے نشیب و فراز سے واقف نہیں ہے کوئی ایسا امر کرے جس کی تعمیل کا نتیجہ ہلاکت اور فضیحت ہو۔ اسلئے اس امر کا ثبوت بھی دیا کہ اون لوگوں کو دیکھو جنہوں نے بلاچون چرا رسول کے امر کی اطاعت کی اور بالخصوص اوس صادق مرید اور مریدین کے امام کی حالت پر نگاہ کرو جس نے کیسے خطرناک گھڑی میں اپنی سید و مولا کی اطاعت کی اور اپنی عقل اور چوں چرا کو اسمیں مطلق دخل نہ دیا تو وہ کیا ہلاک ہو گیا سلامتی کے بھوکوں کے لیئے ایک نمونہ بن گیا۔ غرض اللہ تعالےٰ نے اب یہی ایک سلسلہ پیدا کیا ہے۔ جو اسی طرز پر فلاح اور فوز کی امید دیتا ہے اب خدا چاہتا ہے کہ ویسی ہی جزائیں ملیں اور ویسے ثواب حاصل ہوں۔ مگر کب امام کے حکم میں ہماری جان اپنی مصلحت نہ سوچے ہماری اوس میں تحقیقات نہ ہو کہ خدا جانے جوش نفس سے کہا ہے یا الہام ہے۔ ہمارا علم و عقل کیا؟ اگر کچھہ ہوتے تو مسیح موعود ہی کیوں نہ بن جاتے؟ اللہ تعالےٰ کی طرف سے یہی حکم ہے کہ جب امام الوقت حکم دیتا ہے خواہ اُس میں کیسا ہی ضرر جان نظر آوے سچے دل سے جان کا ایثار کرے۔ پھر خدا ویسا ہی درجہ دیگا جیسا ابوبکر کو دیا۔ یہ باتیں چترائی اور چالاکی سے نہیں آتیں بلکہ دل کی صفائی سے حاصل ہوتی ہیں۔ ایسا ایمان شرح صدر کا مجھہ کو اور میرے دوستوں کو اللہ تعالےٰ دے اور اس پیارے قبولیت کی گھڑی میں جو جمعہ کی گھڑی ہے دعا کرتا ہوں اور دنیا کے مقاصد سے ہٹ کر اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے ایسا ایمان چاہتا ہوں جو صحابہ کرام کو حاصل تھا۔ کیونکہ اوس سے بڑھکر دولت نہیں۔ خدا کرے کہ ہم اوس برگزیدہ جماعت سے ہوں جو هم المفلحون کی مقدس جماعت ہے۔ آمین

نوٹ:۔ آیت استخلاف کے حقائق اور معارف دیکھنے کے لئے ہم اپنے ناظرین کو حضرت مولانا ممدوح کے رسالہ اثبات خلافت شیخین کے پڑھنے کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

خطبہ نمبر پنجم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

امّا بعد فقال رسول اللہ صلعم المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ والمہاجر من ہاجر ما نہی اللہ عنہ ۔

یعنے مسلمان وہ ہے جس زبان اور ہاتھ سے مسلمان بچ رہیں ۔ اور مہاجر وہ ہے ۔ جو منہیات اللہ سے ہجرت کرے ۔ یہ بات حضور کی ایسی پیاری اور پوری ہے ۔ جس کے بعد کسی دوسری بات کی کم ضرورت رہتی ہے ۔ مسلم کے معنے ہیں سر تسلیم کرنے والا ۔ بھلا یہ ہو سکتا ہے ۔ کہ جو سچے دل سے اللہ تعالےٰ کے حضور اپنا سر رکھہ دے ۔ پھر اوس کی طبیعت میں کسی قسم کی شوخی اور شرارت کا مادہ رہ جاوے ؟ ممکن نہیں ۔ مسلمان کی نشانی یہی ہے ۔ کہ وہ مخلوق آلہی سے ہمدردی اور نیکی کرتا ہے ۔ دیکھو سب سے بڑے ۔ راست باز اور سچے مسلمان جو اسلام کا سچّا نمونہ ۔ ہاں ایک زندہ مثال تھے ۔ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پاک جماعت ہے ۔ جنہوں نے بنی نوع انسان کی ہمدردی اور بھلائی میں اسقدر مصائب اور تکالیف اٹھائے کہ جن کے خیال سے بھی روح کانپتی ہے ۔ لوگوں نے ہاں اُن نادانوں نے جن کی بھلائی اور خیر خواہی کے لئے وہ مصائب اٹھاتے تھے ۔ اون کو کیا کیا دکھہ دئے ۔ جھوٹا اور کذاب کہا ۔ اور کیا کیا نام رکھے ۔ مگر کیا انھوں نے اس خیال پر کہ ستاتے اور دکھہ دیتے ہیں ۔ خفا ہو کر اون کی خیر خواہی کا خیال چھوڑ دیا ۔ ہرگز نہیں بلکہ اور بھی زیادہ نیکی اور خیر خواہی کا اظہار کیا ۔ پس یاد رکھو کہ اسلام کے سچے اور پاک نمونے یہی لوگ تھے ۔ سب سے بڑھ کر ہمدرد انسان اور خیر خواہ بنی نوع جو ذات پاک تھی ۔ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ تھا ۔ جنہوں نے اپنے اٹھنے بیٹھنے کو اللہ ہی کے لئے بنا دیا ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نسبت اللہ تعالےٰ نے فرمایا ۔ کہ یہ میری رحمت ہے کہ تو ایسا نرم خو ہے ۔ کہ کوئی تجھہ سے ہٹتا نہیں ۔ کیونکہ اوسکو یہ اندیشہ نہیں ۔ کہ یہ ستائے گا ۔ اللہ تعالیٰ

کی رحمت کے سبب تو نرم ہو گیا - اس سے فائدہ یہ ہے - کہ اللہ تعالےٰ کو یہ سمجھانا مقصود ہے - کہ اگر
رسول تمہارے کاموں پر خوردہ گیری اور نکتہ چینی کرتا - تو سخت مشکل ہوتی - اسی لئے وہ پردہ پوش ہے
چنانچہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا - کہ اے رسول اگر تو پردہ پوش نہ ہوتا تو تیرے پاس کوئی نہ آتا - اب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کا نمونہ بیان کرنے کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے - کہ تا معلوم ہو - کہ حقیقی مسلمان بلکہ مسلمانوں
کا سرتاج کیسا نرم خو اور کسی کو بُرا نہ جاننے والا تھا - پس مسلمانوں کو اسی سچے اور حقیقی نمونہ سے سبق لینا چاہئے
اور اسی کے نقش قدم پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے - میرے دلمیں بارہا یہ خیال آیا - اور میں نے اس ضرورت
کو محسوس کرکے اپنے احباب کے زمرہ میں اس امر کو پیش کیا - اور آج میں اوسکو علے الاعلان کہتا ہوں -
کہ ایک ایسی کمیٹی بنائی جاوے جس کے ممبر عملی طور پر اس اصول پر قایم ہو جاویں - کہ پس پشت اپنے
کسی بھائی کی نسبت کبھی کلمۃ الخیر کے سوا کچھ نہ کہیں میں کسی قسم کی ظاہرداری یا تکلف کی راہ سے نہیں
بلکہ اللہ تعالےٰ جو اندرونی تہوں کے حالات کو جانتا ہے - اوس کو خوب معلوم ہے - کہ بالکل سچے
دل سے کہتا ہوں - کہ خدا تعالےٰ مولوی نورالدین پر فضل اور رحم کرے - میں نے پندرہ بیس سال کے
اندر جب سے کہ میں اون کے پاس بیٹھتا اور ملتا ہوں - مینے کبھی نہیں دیکھا - کہ اس شخص نے کسی
کی پس پشت بجز کلمہ خیر کے کہا ہو - میں نے اوس کی اس عادت اور حالت کو دیکھ کر سچی توبہ کی -
اور آپ دعا کریں - کہ میں اسپر قایم رہوں - یہ بات میں نے اس لئے کہی ہے - کہ میری دلی آرزو ہے کہ
ہماری جماعت ایک پاک نمونہ بن جاوے جس کی آرزو پاک امام کو ہے -

مینے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مقدس اور کامل نمونہ کو ابھی بیان کیا ہے - مگر خدا تعالےٰ
کا کامل فضل ہے جس کو میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں - اور آج بھی کہتا ہوں - کہ جس شخص کے
پاس میں آج بیٹھا ہوں - یعنے جناب مرزا صاحب جو اس زمانہ کا امام ہے -

مینے واقعی اون کو آج وہی نمونہ پایا جو تیرہ سو برس پہلے دنیا پر ظاہر ہوا تھا میں سچ کہتا ہوں کہ اگر
ہماری ذاتی خوبی اور نیکی پر بات آجاوے - تو ایک دن بھی اوس کے پاس نہ رہ سکیں - اوس کے
پاس رہنے سے ہمارا کوئی احسان اُس پر نہیں بلکہ محض اوس کی پردہ پوشی اور خلق اور احسان اسی
شخص کا ہے - فطرت نے میری طبیعت کو عجیب ٹٹولنے والی اور تاڑنے والی بنایا ہے - میں کسی اور کا ذکر
نہیں کرتا - میں اپنے اوپر اس قدر احسان پاتا ہوں کہ میں اون کو گن بھی نہیں سکتا - جیسے اللہ تعالےٰ کی

رسول اللہ صلعم کو فرمایا - کہ تجھے نرم خو بنایا ہے - اس ہمارے مولی و مرشد کی نسبت بھی براہین احمدیہ میں یہی فرمایا ہے کہ تو بڑا نرم دل ہے سچ مچ اگر یہ بھی نکتہ چینی کرنیوالا ہوتا - تو کوئی اوس کے پاس نہ آتا - ہمارے احباب اور دوستوں کے لئے جہاں یہ ایک خوشی کا مقام ہے - وہاں اونپر اتمام حجت بھی ہے - کہ اللہ تعالےٰ نے اس امام کو ایسا پردہ پوش اور حیا پرور بنایا ہے - پس ہمکو بھی چاہئے - کہ اسی زندہ اور پاک نمونہ سے فائدہ اٹھائیں - اور اپنے بھائیوں کی پردہ پوشی کریں - جس طرح امام ہمارے ساتھہ پیش آتا ہے اسی طرح ہم اپنے احباب کے ساتھہ پیش آویں - یاد رکھو کہ سچا مسلمان وہی ہے جس کی زبان اور ہاتھہ سے مسلمان بچے رہیں -

میں یہ بھی آپ کو بتلانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَہِّرِیْنَ (س) یعنے اللہ تعالےٰ کو پیارے وہی ہیں جو روح کو پاک کرتے ہیں اور جسموں کو بھی صاف کرتے ہیں - میں نے یہ آیت اس لئے پڑھی ہے کہ ہمارے احباب سن لیں اور نہ صرف سن لیں بلکہ خوب یاد رکھیں ہر ایک بات کے قواعد اور ادب ہوتے ہیں - حکام کے سامنے جانے میں کسقدر ادب اور قواعد کا لحاظ رکھا جاتا ہے - مسجد خدا کا دربار ہے اور اس کے بھی ادب اور قواعد ہیں جو ان قواعد کا لحاظ نہیں رکھتا وہ گستاخ ہے - دیکھو جمعہ کے لئے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جمعہ کے روز غسل کرو - کپڑے بدلو اور خوشبو لگاؤ - اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس میں کیا کیا راز اور حکمتیں ہونگی - مگر بظاہر یہ بات تو عام ہے کہ جب ایک مکان میں اسقدر آدمی اکٹھے ہوتے ہیں - اون کے تنفس سے بدبو پہیل جانے کا سخت احتمال ہے - اس لئے یہ امر بہت ضروری اور واجب التعمیل ہے کہ جمعہ کے روز بدن خوب صاف کیا جاوے - اور صاف اور ستھرے کپڑے پہنے جاویں - اور اگر آدمی غریب ہو تو کیا وہ صابون سے بھی آٹھویں دن کپڑے صاف نہیں کر سکتا ؟ ضرور کر سکتا ہے - پس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی عظمت کرو - اور خوب یاد رکھو کہ جس طرح خدا روح کی صفائی چاہتا ہے - اوسی طرح جسم کی صفائی چاہتا ہے - ایک مثل مشہور ہے کہ " طہارت جسم خدا پرستی سے دوسرے درجہ پر ہے " میں سمجھتا ہوں - آپ لوگ آیندہ ان باتوں کی رعایت رکھیں گے - اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے احکام کی عزت کرینگے - خدا تعالےٰ مجھے اور آپ کو ان باتوں کی توفیق دے - آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین - فقط

خطبہ نمبر ششم

الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم مالک یوم الدین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ ونبیہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۔

امابعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یاایہا الذین اٰمنوا لا تقدموا بین یدی اللہ ورسولہ واتقوا اللہ ان اللہ سمیع علیم ۝ یاایہا الذین اٰمنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون ۝ ان الذین یغضون اصواتہم عند رسول اللہ اولٰئک الذین امتحن اللہ قلوبہم للتقویٰ لہم مغفرۃ واجر عظیم ۝

ایمان والو اللہ اور رسول کے آگے مت بڑھو ۔ تقویٰ اختیار کرو (اللہ سے ڈرو) اللہ سنتا اور جانتا ہے ۔

ایمان والو ! نبی کی آواز پر اپنی آوازوں کو مت بڑھاؤ ۔ اور اوسکو ایسے طریق اور لب ولہجہ سے نہ پکارو ۔ جیسا تم ہیں کا ایک دوسرے کو پکارتا ہے ۔ ورنہ اندیشہ ہے کہ تمہارے اعمال نیست ونابود ہو جائیں اور تمہیں خبر تک بھی نہ ہو وہ لوگ جو رسول اللہ کے حضور اپنی آوازوں کو نیچا کرتے ہیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کو اللہ تعالےٰ نے تقویٰ کے لئے پرکھ لیا ہے اور اون کے لئے مغفرۃ اور بڑے بڑے اجر ہیں ۔

ان آیات میں اللہ کریم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بیٹھنے والوں اور اوس سے تعلق پیدا کرنے والوں کو اون آداب اور مراتب کی تعلیم دی ہے جو اونکو مغفرۃ اور اجر عظیم حاصل کرنے کے لئے ضروری ہیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی سے سچا استفادہ کرنے کے لئے از بس لازم ہیں ۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان آداب کو بیان کر دینے کے بعد یہ بھی بتلا دیا کہ اگر اون کو مدنظر اور ملحوظ خاطر نہ

رکھا جاوے گا تو وہ خوفناک اور دلکو ہلا دینے والا نتیجہ اور اثر مرتب ہوگا کہ اعمال نیست و نابود ہو جاوینگے۔ ہدایت (توفیق) کا سلسلہ بند ہوجاوے گا۔ اور یہ ایسے طور پر اندر ہی اندر گھن کیطرح کھا لے جاویگا کہ پتہ بھی نہ لگے گا۔ اس مقدس تعلیم کا تجربہ سے پتہ لگتا ہے اور تاریخ اور تجارب صحیحہ ہم کو بتلاتے ہیں کہ یہ نسخہ کیا تیر بہدف ثابت ہوا ہے عرب کی وہ جنگ جو قوم وہ کسی کی بات نہ ماننے والے وحشی! وہ جبتک اپنی بات نہ منوالیں بند نہ ہونے والے عرب جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ان آداب کو مرعی رکھ کر ملے اور انہوں نے تعلق پیدا کیا کیا تھی کیا ہو گئے جاہل تھے عالم بنے وحشی تھے تہذیب کے بانی اور شائستگی کے باپ کہلائے۔ محکوم تھے حاکم بنے غرض کچھ نہ تھے سب کچھ ہو گئے۔

انہوں نے یہانتک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سچا تعلق پیدا کیا کہ لکھا ہے کہ مکہ والوں کی طرف سے ایک سفیر مدینہ منورہ میں آیا اوسنے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وضو فرماتے ہیں اور بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اسقدر قریب ہیں کہ جو کوئی آپ کے ہاتھ سے چھینٹ گرتی اوسکو زمین پر گرنے نہیں دیتے اور جب حضور تھوک پھینکتے ہیں تو لپک کر اپنے بدن پر مل لیتے ہیں حدیث میں آیا ہے کہ کادوا یقتلون قریب تھا کہ آپس میں لڑ پڑتے یہ حال دیکھکر وہ دنگ ہوگیا اور اپنی قوم کی طرف گیا اور کہا اے قوم میں نے قیصر و کسریٰ کے دربار بھی دیکھے ہیں مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب و احباب کا جو حال دیکھا ہے اوس سے مجھے یقین ہوگیا ہے کہ ممکن ہی نہیں کہ وہ کسی کے مقابلہ میں ہار جاویں اصل میں تھوک کو لپک کر لینا اونہیں عاشق و دلدادوں کا کام ہوتا ہے۔ جو اوس کو تھوک نہیں سمجھتے۔ جھوٹی تہذیب والا یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ تھوک کیا؟ اور بدن پر ملنا کیا؟ تھوک ملنے میں بھی ایک سر اور راز ہے جسکو کوتاہ اندیش اور سطحی خیال کے آدمی جو الہیات سے واقفیت نہیں رکھتے سمجھ نہیں سکتے۔ جن لوگوں کا خدا سے تعلق بہت قوی ہو جاتا ہے اللہ تعالےٰ اون کے نفس میں اونکے لب و لہجہ اونکی ہر بات میں ایک خاص قسم کا اقتدار اور برکت رکھدیتا ہے یہانتک کہ وحدت شہودی کی شکل پر وہ دم وہ لب و لہجہ وہ تھوک وغیرہ اُسکا نہیں کہلاتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کا ہی کہلاتا ہے۔ اور یہ سچے عشق اور کمال محبت کی دلیل ہے بہر حال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے تعلق پیدا کرنیوالوں کی محبت اور عشق اسدرجہ کمال تک پہونچ گیا تھا اور یہ سچ ہے کہ ہر مومن کو سچا مومن ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے اسدرجہ کی محبت کرے کہ نہ بیٹے کو وہ محبت باپ

سے ہو نہ باپ کو بیٹے سے پہر وہ درجہ اور مرتبہ ملتا ہے کہ اللہ تعالےٰ اون سے محبت کرتا اور اون کو عزیز رکھتا
ہے اس قرب الٰہی کے حصول کے لئے قرآن کریم نے دوسرے موقع پر تصریح بھی کردی ہے کہ قل ان
کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ - الی الآیۃ اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت کرتے ہو پس
تم میری یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو وہ تم کو دوست رکھیگا الغرض ان آیات
میں اللہ کریم نے بتلایا ہے کہ اللہ اور رسول کے آگے سبقت نکرو - چونکہ رسول صفات الٰہیہ کا مظہر ہوتا
ہے اسلئے عام طور پر اللہ اور رسول کہہ کر دوسری آیت میں صرف - فوق صوت النبی کہنا صاف طور
پر تبلا رہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہی کے حضور اپنے علم و عقل کی ڈینگ نہ مارو - کیونکہ اونکے
حضور میں شیخی مارنا خدا کے سامنے بڑا بول بولنا ہے اسلئے کہ رسول تو بجائے خود ما ینطق کا مصداق ہے
تمہاری دانشمندی - تمہاری معاملہ فہمی اور دقیقہ رسی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور کوئی
حقیقت اور ہستی نہیں رکہتی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول یہ تھا کہ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
اون سے کچھہ دریافت فرماتے تو اگر وہ جانتے بہی ہوتے تو یہی جواب دیتے کہ اللہ و رسولہ اعلم
لکھا ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک بات مثال میں فرمائی اور حاضرین
سے پوچھا کہ سمجھے ہو وہ کیا شے ہے - ابن عباس کہتے ہیں میںنے سمجھہ تو لیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے مگر
میں مارے ادب کے خاموش رہا اور میںنے سوچا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پوچھنے والا ہے -
میرا علم اوس کے حضور کیا حقیقت رکھتا ہے -

پھر دوسری آیت میں صوت النبی پر اپنی اصوات کو بلند کرنے سے روکا ہے - اللہ علیم اپنے
کلام کا منشاء خوب جانتا ہے مگر اوس کا منشاء عام طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب رسول اللہ صلے اللہ
علیہ وسلم آنے والے واقعات کی نسبت بطور پیشگوئی کوئی تذکرہ فرماویں تو تمہارا حق نہیں ہے کہ
تم چون چرا کرو اور چنیں اور چناں کہو - چنانچہ صحابہ کرام کی زندگی پر نظر کرنے سے پتہ لگتا ہے کہ وہ
ہمیشہ پیشگوئیوں پر ایمان لاتے اور جب وہ پوری ہو جاتیں خواہ کسی رنگ میں ہی کیوں نہ ہو - بڑھ
کر تصدیق کرتے - یہاں النبی کا لفظ رکھا ہے جو خاص معنے رکھتا ہے اور اس سے قبل جب تقدم
کا ذکر آیا تو الرسول کا لفظ وہاں اختیار کیا اس باریک فرق پر خوب غور کرنی چاہئے -

پھر یہ مراتب بیان کرنے کے بعد اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ جو لوگ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حضور اپنی آوازوں کو دہیما کرتے ہیں اونکے دل تقوے کے معیار اور محک پر کامل العیار ثابت ہوئے ہیں قرآن کریم کی علت غائی ہے ہدی المتقین اور یہ لوگ تقوے کے امتحان میں پاس ہو چکے ہیں پس وہ کیونکر کامیاب نہ ہونگے متقیوں کے لئے قرآن کریم نے شروع ہی میں بیان کیا ہے کہ واولئک ھم المفلحون یہی لوگ مظفر و منصور ہونے والے ہیں اور یہاں آداب النبی نگاہ رکھنے والوں کے اتقا کو بعد پرکھ اللہ تعالےٰ نے ثابت کیا ہے لہذا اون کی کامیابی اور فتح و ظفر یقینی ہے۔ چنانچہ دنیا میں دیکھ لو عربوں نے کیسا عروج اور اوج حاصل کیا۔ اس آیت میں یغضون کا لفظ آیا ہے قرآن کریم کے دوسرے مقام پر بھی یہ لفظ آیا ہے قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجہم ذالک ازکی لھم مومنوں کو کہدے کہ آنکھیں نیچے کر کے چلا کریں اور اپنے سوراخوں کی حفاظت کریں یعنی کسی کی بات کان لگا کر مت سنیں جو اوس سے مخفی رہنے کے لئے کی گئی ہے اور کسی طرف بدنظری سے نہ دیکھیں۔ اوس میں اون کی تزکیہ نفس کی سبیل ہے اور یہ اون کے لئے بہتر ہے۔

میں ناظرین کو پھر قرآن کریم کے دوسرے مقام پر لے جاتا ہوں جہاں مزکی نفس کے لئے ایک لطیف وعدہ ہے وہاں فرمایا ہے۔ قد افلح من زکّھا۔ مظفر و منصور ہونیوالا وہی ہے جس نے تزکیہ نفس کیا اور تزکیہ نفس کی سبیل قرآن کے اس اوپر والی آیت میں بتلادی ہے اور عرب کی زندہ تواریخ نے اس کا ثبوت دیدیا ہے۔ اب کون ہے جو فلاح نہیں چاہتا؟ کون ہے جو اپنی کامیابیوں کا شیدا و والہ نہیں؟ یقیناً ہر ایک ہے مگر مژدہ بشارت ہے اوس کے لئے جو قرآن کریم کی بتلائی ہوئی راہوں پر کاربند ہوتا اور فائدہ اوٹھاتا ہے۔ اللہ اللہ کیسا لطیف نظام قرآنی ہے ایک امر بطور دعوے کے بیان کیا ہے اور پھر اوسکے دلائل بھی ساتھ ہی بیان کر دئے ہیں اور اوس کے حصول کے ذرائع اور موانعات کا تذکرہ کرتے ہوئے ثمرات اور نتائج کی بہی تشریح کی ہے اس کامل انسان پر بے حد و بیشمار صلوٰۃ اور سلام ہوں! ایسا بلیغ کلام لیکر آیا۔

اب بھی وہ وقت آیا ہے کہ خدا تعالےٰ کے برگزیدہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا واجب الاحترام جانشین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت اور قرآن کریم کی تعلیم کو پھر ایک بار زندہ کرنے کے لئے آیا ہے لاریب اگر ایسا نہ ہوتا تو آیات قرآنی بطور ایک کتھا یا کہانی کے سمجھی جاتیں اور فسانہ سے بڑھ کر انکی

وقعت نہوتی مگر صدق اللہ العلی العظیم - انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون - ہم نے اوس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں خدا تعالےٰ نے اب چاہا ہے کہ دنیا میں پھر وہی نمونہ قایم کرے اور قرآن کریم کے زندہ خوارق اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ابدی اعجاز کو از سرِ نو تازہ کرے - اور صحابہ کرام کا نمونہ دکھاوے -

آج بھی تم میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نائب موجود ہے ہاں امام آیا ہے کہ وہ آیات قرآنی کو زندہ کرے - وہ اپنے ذاتی تجربہ سے اوس کی تصدیق کرتا ہے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خوارق کو تازہ کرتا ہے ورنہ کسی مولوی یا ملّاں سے پوچھو کہ اس آیت قرآنی کے بجز الفاظ کے کیا معنے ہیں تو کچھہ نہیں بتلا سکتا - پس کیسے ہی مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے اس مبارک زمانہ کو پایا اور امام وقت کو پہچانا - مگر یاد رکھو کہ صرف امام وقت کو پہچان لینے یا اوس کے ساتھہ برائے نام تعلق پیدا کرنے سے فلاح و فوز کے درجات حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ آداب النبی کو ملحوظ نہ رکھا جاوے -

کیونکہ خدا شناسی اور خدا پرستی کی راہوں کی تعلیم دینے والا تو وہی معلوم ہوتا ہے اگر اوس کے آداب اور مراتب کا لحاظ اور خیال نہیں تو سچا استفادہ حاصل ہو نہیں سکتا -

پھر اون لوگوں کے لئے ازبس ضروری ہے - جو اس پاکیزہ مجلس میں بیٹھتے ہیں کہ اس مجلس کے آداب سے واقفیت حاصل کریں اور پھر اون پر عمل درآمد کریں جو آداب نہیں سیکھتا اور پھر عمل نہیں کرتا وہ محروم رہتا ہے کیونکہ یہ مجلس خدا نما ہوتی ہے میں آخر میں دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ مجھے اور آپ کو جو اس مجلس خدا نما میں شریک ہیں آداب اور مراتب ضروریہ کی تعلیم دے - کیونکہ اون کی توفیق کے بدون کچھہ نہیں ہو سکتا - ~~

" بالآخر میں اپنے ناظرین کو توجہ دلانا چاہتا ہوں "

" کہ وہ سورہ حجرات کی ابتدائی "

" آیتوں پر غور "

" کریں - "

فقط

خطبہ نمبر ہفتم

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین
والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ ونبیہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔
اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم
واضرب لھم مثل الحیوٰۃ الدنیا کماءٍ انزلنٰہ من السماء فاختلط بہ نبات الارض
فاصبح ھشیماً تذروہ الریح ط وکان اللہ علیٰ کل شیءٍ مقتدرا۔

یعنے ان لوگوں کے سامنے دنیا کی زندگی کی مثال یوں بیان کر کہ دنیوی زندگی گویا اوس پانی کے مشابہ ہے جسے ہم نے بادلوں سے اُتارا پھر اوس سے سبزہ مل گیا پھر وہی سبزہ چور چور ہو گیا۔ اور ہوائیں اوسے ادہر اودہر اُڑائے پھرتی ہیں اور خدا تعالےٰ تو ہر چیز پر اقتدار رکھتا ہے حیوٰۃ الدنیا کی مثال بیان کرنے سے غرض یہ ہے کہ اس تجربہ میں آئی ہوئی بات سے اس امر کو ثابت کرے۔ جو خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے لوگوں کی مخالفت کرنیوالوں سے پیش آتا ہے دیکھو وہ خوش نما اور لہلہاتا ہوا سبزہ جو صبح کو آنکھوں میں طراوت اور دل کو سرور دیتا تھا دم زدن میں زرد ہو کر ہوا کے جھونکوں کے ساتھ اُڑتا پھرتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ اون لوگوں کو (جو اولاد اور دولت اور شوکت پر بھروسہ کرتے ہیں اور اپنی ذاتی وجاہت پر نازاں ہوتے ہیں اور ماموربن اللہ کو حقارت کی نظر سے دیکھتے ہیں) متنبہ کرتا ہے کہ ہم اون کو اوسی سبزہ روئیدہ کیطرح زرد کر کے ہوا میں اُڑا دینے پر قادر ہیں۔ جسطرح زمیندار

فٹ نوٹ۔ اس آیت پر تدبر کرنے سے یہ بھی پتہ لگتا ہے کہ اللہ تعالےٰ کیونکر سعید الفطرت لوگوں کو خبیث طینت انسانوں سے جدا کرتا ہے۔ اور جہاں مخالفان ماموربن اللہ کے لئے یہ گھبراہٹ میں ڈالنے والا نظارہ ہے وہاں اوس صادق اور مصدوق انسان کے ساتھ تعلق پیدا کرنے والوں کے لئے بھی ایک لرزہ ڈالنے والی بات اوسکی تہ میں ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسے بارش کیوقت ہر ایک قسم کا سبزہ اوگتا ہے۔ لیکن تیز ہواؤں اور جھکڑوں میں وہ نیست و نابود ہو جاتا ہے جو اپنی جڑیں کچھ بھی اصلیت اور حقیقت نہیں رکھتا اسیطرح سے ماموربن اللہ کے ساتھ تعلق پیدا کرکے لوگ ابتداً تو ہر کس و ناکس ساتھ ہو لیتا ہے لیکن ایک وقت آتا ہے کہ اوپر زلزلے لے آتے ہیں تیز ہوائیں چلتی ہیں اوسوقت دنیا طلبی اور جاہ طلبی کے گرویدہ محض دنیا ہی کے لئے ساتھ ہو نیوالے ہوا کے اون جھونکوں کی برداشت نہیں کر سکتے اسلئے اوس گندی جڑی بوٹیوں کی طرح اکھاڑے جاتے ہیں

اس سبزہ کو خصوصاً صبح کو لہلہاتے دیکھہ کر خوش ہوتا ہے کہ اب میرے گھر غلہ ہی غلہ ہوگا اور میں صاحب ثروت ہوجاونگا - مگر وہ اوس نامبارک گھڑی کے آنیسے بے فکر ہوتا ہے جبکہ ہوا اوسکے تنکے تنکے بکھیر دیتی ہے اور ادہر اودہر اڑائے پھرتی ہے - اسی طرح پروہ قومیں بھی جو اپنی دولت وشوکت پر نازاں ہیں اور خدا پرستوں اور اللہ تعالےٰ کیطرف سے آنیوالوں کو دہمکیاں دیتی ہیں بڑے بڑے زٹلی ناپاک اور گندے اشتہار شایع کرکے اونکی عظمت کم کرنا چاہتے ہیں خبیث الطبع شقی الفطرت ناز کرتے ہیں کہ ایک قوم ہمارے ساتھہ ہے ہم اوسکو نیست ونابود کردینگے مگر وہ نہیں جانتے کہ وکان اللّٰہ علےٰ کل شئٍ مقتدراً اللہ تعالیٰ انکے عدم پر اقتدار کامل رکہتا ہے کاش وہ اوس خارجی نظارہ سے سبق لیں اور اودن ہوایں پراگندہ تنکوں سے عبرت سیکھیں کہ کیونکہ خدا تعالےٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے -

مال اور بیٹے اسی ورلی حالت کی زینت کا موجب ہیں پر تیرے رب کے نزدیک قابل اجر اور لایق امید شے باقیات صالحات ہیں - اس میں یہ اشارہ کہ انجام کار فتح اور عاقبت بخیر اوسی کو میسر ہوگی جس کے ہاتھ سے سدا رہنے والی نیکی سرزد ہورہی ہے - احمق دنیا پرست مال واولاد پر فخر کرتے اور اونہیں کو بقائے نام اور شہرت دوام کا زندہ اور ابدی ذریعہ سمجھتے اور رسول خدا صلعم کو ان ظاہری باتوں سے مجرد دیکھہ کر یہ گمان کرتے کہ عنقریب اسکا نام ونشان صفحہ ہستی سے مٹ جائیگا - مگر خدا تعالےٰ اپنی سنت مستمرہ موکدہ بتاتا ہے کہ ہم بقائے دوام کی خلعت اُسی کو پہنایا کرتے ہیں جس سے ابنائے جنس کی فلاح وصلاح دارین کی یادگاریں قایم رہ جائیں - ایک نادان حیدرآباد دکن کے فلاسفر منشی مورخ سر آدن عمارتوں بادشاہوں کے مقبروں اور مصری مناروں کو باقیات الصالحات کہتا ہے محض غلط بات ہے باقیات الصالحات رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کے نمونے ہیں - اور اس رحمت للعالمین کا اسوہ حسنہ ہے - جس سے قیامت تک ایک جہان خدا تعالےٰ کی رضاء اور ابدی زندگی حاصل کر رہا ہے - اور سب سے مکمل اور جامع یادگار آپکی قرآن کریم ہے اس میں دراصل پیشگوئی ہے کہ اس مقابلہ اور میدان میں جیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رہیگی اس لئے کہ خدا تعالےٰ کی نظر میں وہی مفید وجود ہے اسکی تائید میں وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۹ - پس اون لوگوں کے لئے جنہوں نے اس زمانہ میں امام کے ساتھہ تعلق پیدا کیا ہے اس آیت میں ایک ڈرانے والی بات بھی ہے کہ کمزور اور دل کے کچے - مطلب پرستی سے علاقہ رکھنے والے الگ کئے جائینگے - اسلئے ہر ایک اپنے دل میں سوچ لے اور سچا تعلق پیدا کرنیکے لئے خدا تعالےٰ سے رو رو کر دعائیں مانگے ورنہ بہت خطرناک معاملہ ہے اور امام کے ساتھہ تعلق پیدا کرنیکے بعد جدا ہونا اور کٹ جانا

آیت ہے واما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض - پھر آگے فرماتا ہے کہ یہ اپنے آپ کو بڑے
بڑے پہاڑ اور جبل سمجھنے والے عنقریب ذرات گرد باد کی طرح پراگندہ کردئے جائینگے - اور کلمۃ الحق
کی راہ میں جسقدر روکیں اور چٹانیں ہیں سب دور کردی جائیں گی اور ساری سرزمین اسلام کے لئے
اور اوس کام کے لئے جسکا نام الباقیات الصالحات ہے صاف میدان اور کشادہ سڑک کی جائیگی
عربی زبان میں جبل بڑے بڑے ذی وجاہت شخصوں پر بھی اطلاق ہوا ہے - خدا تعالے اس
زمانہ کے لوگوں کو بھی جو اون پہلوں کی طرح بت دنیا کی پرستاری میں دن رات لگے رہتے اور اپنی محدود
عقلوں اور تاریک تجربوں پر نازاں ہیں اس سنت اللہ کی شناخت سے بہرہ مند کرے اور وہ غور
کریں کہ اس زمانہ میں کون شخص ایسے عمل کر رہا ہے جنکو باقیات الصالحات کہ سکتے ہیں لوگوں کی
اصطلاح کے موافق نہیں بلکہ خدا تعالے کی اصطلاح کے موافق - یہ کالج علیگڈہ والے ہوں یا اور کہیں
زمانہ کے پرزور رَو کے آگے تنکے کی طرح بہ جائینگے پر وہ کارروائی جو محفوظ ذکر کی خدمت کے لئے کی
جارہی ہے - اور ٹھیک اسی سنت پر ابطال باطل اور احقاق حق کے نشان دکھارہی ہے کبھی
بھی نہ مٹے گی - ہماری جماعت کو خوب یاد رکھنا چاہئے جیسا کہ ہمارے پاک برگزیدہ امام علیہ السلام
بھی بارہا فرما چکے ہیں کہ خدا تعالے کو اوسی شخص کی زندگی منظور و محبوب ہے جو اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے ہو
ایک حدیث میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ مجھے کسی کی جان لینے سے ایسا تردد نہیں ہوتا جیسا کہ اپنے
بندہ مومن کی - خدا تعالے ہمیں توفیق دے کہ ہمارا چلنا پھرنا ہماری ہر قسم کی عبادت ہمارا جینا ہمارا
مرنا اوسیکے لئے ہو جائے - آمین -

خطبہ نمبر ہشتم

ان الذین آمنوا ثم کفروا ثم آمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا
کفراً لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلاً - الآیۃ

جو لوگ ایمان لاتے ہیں - اور پھر کفر کرتے ہیں - پھر ایمان لاتے ہیں - اور پھر کفر کرتے ہیں
پھر کفر میں ترقی کرجاتے ہیں - اللہ تعالے اون کو معاف نہیں کرے گا - اور نہ اون کو کوئی
کامیابی کی راہ دکھائے گا - جس کی غایت جنت ہے میں نے جو اس آیت میں غور کرکے دیکھا

تو اتنا تو کہہ سکتا ہوں - کہ ہم بہ فضلہ تعالے بہ ظاہر اس آئت کا مصداق ہونے سے محفوظ ہیں
لیکن بسا اوقات ایسا ہوتا ہے - کہ انسان سے کمزوری و ناتوانی کے باعث کوئی ناجائز حرکت
صادر ہوجاتی ہے - پھر رجوع اور خشیت و انابت پیدا کرتا ہے - اور اُس صادر شدہ حرکت
پر آٹھ آٹھ آنسو بہاتا ہے - پھر استیلائے بہیمیت کی وجہہ سے جذبات نفس کے نیچے دب
جاتا ہے - پھر جب یہ تاریکی دور ہوجائے - اور حق کی روشنی نظر آئے - تو توبہ نصوح اور اقرار
صالح کی طرف دوڑتا ہے - اور اگر خدا تعالے کا خاص فضل اور سچی توبہ جو گناہ سے نفرت دلاتی اور
اوراوس کی بجائے نیکی پیدا کردیتی ہے - کاملاً نصیب نہ ہوجائے اور گناہ کی ہستی کا قطعاً قلع
قمع نہ ہوجائے تو سخت اندیشہ ہے - کہ انجام وہی ہو - کہ لم یکن اللہ الآیہ - توبہ کے معنے ہیں رجوع
کہ پہلی حالت نہ رہے اور گناہ نیست و نابود ہوجاوے اور اوس کی جگہ اسی کے محاذ کی نیکی لے لے
یہی معنے ہیں اس آئہ کریمہ کے - ان الحسنات یذھبن السیات - الآیہ - پ ۱۲ -
حدیث شریف میں آیا ہے - کہ جو گناہ سے ہٹ جاتا ہے - اُس کی نسبت یہ کہنا ٹھیک ہے - کہ
اوس نے کوئی گناہ نہیں کیا - خدا ایسی توبہ ہم سب کو نصیب کرے -

فٹ نوٹ :- ناعاقبت اندیش دہریہ منش مخالفان اسلام توبہ کے مسئلہ پر اعتراض کیا کرتے ہیں کہ توبہ سے گناہ کیوں معاف
ہوجاتے ہیں - کاش وہ توبہ کی فلاسفی سے واقفیت پیدا کرتے تو یہ شبہ جو قلت تدبر کا نتیجہ ہے - انگولیوں دریدہ دہنی کرنے کی اجازت
نہ دیتا - خدا تعالے نے بار بار اور رسول اللہ صلعم نے متواتر توبہ کی اصلیت بتلائی ہے - اسی آیت پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں
صد بار توبہ شکستی باز آ - والا معاملہ نہیں یہ تو خدا تعالے کے حضور تمسخر اور ٹھٹھا ہے - کہ غلط کاری کی اور منہ سے توبہ توبہ کہنا -
ایسی توبہ کا نتیجہ وہی ہوتا ہے - جو اس آیت میں بیان ہوا - کہ لم یکن اللہ لیغفر لھم ولا لیھدیھم سبیلاً - الآیہ -
قرآن کریم نے ایک اور مقام پر صاف لفظوں میں بیان فرمایا ہے ومن تاب وعمل صالحاً فانہ یتوب الی اللہ
متاباً - یعنی رجوع الی اللہ اور سچی توبہ یہی ہے - کہ وہ گناہوں سے ایسی نفرت کرے اور اسطور پر اونکو چھوڑ دے - کہ
اون کی بجائے عمل صالح آلیں - پس توبہ الی اللہ کا اصلی راز یہی ہے - اور اس سے پہلی آیت میں اور بھی صراحت موجود ہے
کہ سچی توبہ کے لوازم کیا ہیں ؟ الا من تاب وآمن وعمل عملاً صالحاً - الآیہ - پ ۱۹ - بعد توبہ سچا ایمان اور سچے
ایمان کا نتیجہ اعمال صالحہ جب تک پیدا نہ ہوں - وہ توبہ توبہ نہیں - بلکہ میں تو سمجھتا ہوں - کہ خدا کے حضور ایک قسم کی گستاخی
ہے - دوسرے لفظوں میں تبدیل السیئات بالحسنات کا نام توبہ ہے اور چونکہ ایک نیکی سے دوسری نیکی کی توفیق ملتی ہے -

بشر المنافقین بان لہم عذابا الیما۔ الآیہ۔ س ۵۔ ان منافقوں کو کہدو کہ تمہارے لئے دردناک عذاب ہے
منافق کون ؟ الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین۔ ایبتغون عندہم العزۃ
فان العزۃ للہ جمیعا۔ یہہ منافق وہ ہیں جو کافروں کو یار بناتے ہیں۔ اور مومنوں سے تعلق پیدا نہیں
کرتے اُن کے اس تعلق میں غرض کیا ہوتی ہے۔ یہی کہ عزت حاصل کریں۔ مگر ان نادانوں کو اتنی خبر نہیں
کہ ہر ایک قسم کی عزت تو اللہ ہی کے پاس ہے۔ یعنی اس خلیفۃ اللہ کی پیروی میں جو اب الوہیت تامہ کا مظہر
و ظل بنکر دنیا میں آیا ہے۔ جاہ طلبی اور شہرت کے خواہشمند ہم دیکھتے ہیں۔ اب بہی مسلمان مولوی مفتی
کہلا کر اور ناموں کے ساتہہ بڑے بڑے دم چھلے لگا کر کبہی عیسائیوں سے ربط ضبط پیدا کرتے ہیں۔ صرف
اس لئے کہ اون کی آؤ بھگت ہو۔ اور وہ بارسوخ کہلائیں۔ اور کسی راستباز کے خلاف اپنی کمینہ حرکت سے
کوئی منصوبہ اٹھائیں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ فان العزۃ للہ جمیعا۔ وہ اپنی شورہ پشتی کی چالوں میں ناکام
رہ کر اور اپنے لئے عزت کی راہ نکال کر بھی بے عزت ہوتے ہیں۔ کہ جس کی بے عزتی کے لئے کافروں سے
ربط ضبط پیدا کیا تہا۔ وہ تو اون کی ہی نظروں میں عزت پاتا ہے اور خود اون کی ہی نظروں میں ذلیل
ہوتے ہیں۔ کاش وہ سمجھتے کہ فان العزت للہ جمیعا۔ مگر وہ کیونکر سمجہیں ؟ اللہ تعالےٰ پر اون کا اعتبار
اور حسن ظن کہاں ؟ اگر حسن ظن اور اللہ تعالےٰ کو العزیز مانتے۔ تو کافروں اور دہریہ منش لوگوں سے کیوں تعلق
پیدا کرتے اور اون کے تعلق سے کیوں عزت کے خواہاں ہوتے ؟ فان العزۃ للہ جمیعا۔ کا سچا مشاہدہ ہم ہی
سے اکثروں نے کیا ہے اور دیکہا ہے۔ کہ کیونکر ایک راستباز مامور من اللہ کی عزت پر ایک ناپاک اور گندی سازش
سے اقدام قتل عمد کا الزام لگایا۔ اور خود اپنے ہاتھوں ذلیل ہوئے اور وہ اوس ذلت کی جگہہ سے بھی عزت
و احترام کے ساتہہ باہر آیا۔ اب کیا یہ اللہ تعالےٰ کے العزیز ہونے کا عینی اور زندہ ثبوت نہیں ؟ ہے۔ اور
بے شک مگر ؎ کور چشم آنانکہ در انکارہا افتادہ اند۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳ :۔ اس لئے ایک نیکی کے بدلے دس نیکیاں ملنے کا سر بھی میرے خیال میں یہی ہے۔ کہ
ایک نیکی دس نیکیوں کی توفیق کا باعث ہوتی ہے۔ پس وہ اُسی ایک نیکی کا ثمرہ ہیں اور اوہر نیکی کا سلسلہ سچی توبہ کے بعد شروع
ہو جاتا ہے۔ اودہر پہلے گناہوں میں کسی قسم کی ترقی نہیں ہوتی۔ نیکیوں کی کثرت اُن گناہوں پر غالب آجاتی ہے دیکہو
یہ مشاہدہ ہم قانون قدرت میں بھی دیکھتے ہیں۔ جہاں اندھیرا ہو روشنی ہونے سے وہ دور ہو جاتا ہے اسی طرح ہر ایک شے مخالف
کی بمقدار اپنی دوسری ضد کا نام و نشان مٹا دیتی ہے۔ کسی کہانے میں نمک ہو۔ اُس میں اگر تہوڑی بمقدار میٹہی کی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۵

غرض سچی عزت کا مالک وہی العزیز ہے جو لوگ نا اہل کفار سے مل کر عزت چاہتے ہیں وہ یقیناً عزت نہ پاسکینگے
اب میں پھر اصل مطالب کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ اس آیت عدوان خدا اور رسول کی مخالطت
رکھنے والوں اور مومنوں سے جدا رہنے والوں پر منافق کا لفظ بولا گیا ہے۔ جو بہت خوفناک لفظ ہے۔ نفاق
ہلاک کرنے والی چیز ہے۔ دل میں کچھہ ہو۔ اور زبان پر کچھہ ہو یہ مومن کا خاصہ نہیں۔ بلکہ منافق کا نشان ہے
وہ ریا کاری سے کہتے کچھہ اور کرتے کچھہ ہیں۔ اور اس کا نام پولیسی یا حکمت عملی رکھتے ہیں۔ افسوس آجکل تہذیب
اور سیاست کا ایک جزیہ پولیسی بھی ہے۔ جسکو نفاق کہنا چاہئے۔ منافق نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔ اوّل
تو وقت پر نماز پڑھتے نہیں اور اگر وقت پر پڑھیں بھی تو جلدی کرتے ہیں۔ دوسرے کاموں میں شطرنج کی
چالیں چلتے چلتے صبح سے شام اور شام سے صبح کر دیتے ہیں۔ اور نہیں تھکتے۔ مگر نماز میں کھڑے ہوتے ہیں
تو دنیا بھر کی تکان آگھیرتی ہے اور اس طور پر جلدی اور گھبراہٹ کی حالت میں ہوتے ہیں۔ جیسے جانور
پنجرہ میں سے نکلنے کے لئے پھڑپھڑاتا ہے یہی حال منافق کا مسجد میں ہے۔ قرآن کریم نے سچ فرمایا ہے
واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ۔ خدا تعالےٰ ہمکو اور ہمارے احباب کو نماز میں سچی استقامت
اور عزم نصیب کرے۔ پس جس نے سنا ہے۔ وہ گرہ باندھ لے۔ اور اس پر عمل کرے۔ نماز وہی ہے۔
جو ایک لطف اور سرور سے ادا ہو۔ کیا کوئی شخص جس کو ایک کورٹ عظیم میں افسر اعلےٰ سے ملاقات کا موقع
ملے تو جلدی کریگا؟ پھر کیوں نہیں۔ خدا تعالےٰ کے حضور حاضر ہو کر نہایت سنجیدگی اور متانت اور
استقلال کے ساتھہ باتیں کی جاتیں۔ اپنی بولی میں نماز کے معنے سیکھہ لینے چاہئیں۔ تاکہ جو لفظ منہ سے
نکلے اس کے معنے بھی آتے ہوں۔ اگر ایسا ہو۔ تو پھر نماز بھاری نہ ہوگی۔ کیونکہ اپنی بولی میں ہر ایک بات
مزہ دیتی ہے پس الحمد شریف۔ التحیات اور چند سورتوں اور نماز کے معنے سیکھہ لینے ہر ایک کو مناسب ہیں۔
جو لوگ بار بار توبہ کرتے ہیں۔ اور توڑتے ہیں۔ انکو منافق کہا گیا ہے۔ بے ایمان اور دشمنان خدا و رسول
سے تو ملتے ہیں۔ مگر قرآن سننے کے لئے نہیں آسکتے۔ لوگو! افسوس ہے۔ تمہارے گانوں میں کس قدر
نعمت عظمےٰ ہے۔ کہ حضرت اقدس کا پاک وجود موجود ہے۔ مگر تم اوسکی صحبت میں اگر ایک دم بہر کے لئے بھی
فائدہ نہیں اوٹھا سکتے؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳ :۔ ڈال دیجاوے تو کیا وہ نمک اپنی تاثیر کھو نہ دیگا بے شک توبہ نصوحہ کے ذریعہ اعمال سیئہ
سے نائل ہو نیکی ہم ... جیسا میں نے پہلے بیان کیا ہے سچی توبہ سے نیکیوں کا سلسلہ چل پڑتا ہے۔ اور ایک نیکی دوسری کا باعث
ہو جاتی ہے ... وہ ... اور ... ہو نمی ... بیان ... ہو تو کیا ہے؟ پس توبہ سے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔ قند بر۔ ایڈیٹر

ہم لوگ کس کس قدر دور سے گھر بار چھوڑ کر آئے ہیں۔ اور تم پاس سے ادھر نہیں آسکتے خدا تعالے کی کتاب ہمارے ناتھ ہیں ہے۔ ہم راستی سے کہتے ہیں کہ اوس کے پاس بیٹھنے سے ایمان بڑھتا ہے۔ اور ایسے بڑھتا ہے جیسے برسات کے دنوں میں گھاس۔ صبح کچھ تھا شام تک اور ہی شان ہے۔ افسوس تم کو ذرا خیال نہیں مولانا مولوی نورالدین صاحب قرآن کریم کے معارف سناتے ہیں۔ اور بہت سے دنیوی فوائد کو چھوڑ کر یہاں آبیٹھے ہیں مگر اس بدبخت گاؤں کا ایک آدمی بھی قرآن سننے کے لئے نہیں آتا۔ نہیں معلوم لوگوں کو کیا گھمنڈ ہے۔ آج پھر خبر آئی ہے کہ وبا ترقی پر ہے اور پھر شروع ہو گئی ہے۔ کون جانتا ہے۔ کہ کس کس کا نام زندگی کے دفتر سے کٹ جائے گا۔

پس یاد رکھو خدا تعالے نے یہ حکم نازل فرمایا ہے۔ اور اپنی کتاب پاک میں بیان فرمایا ہے۔ کہ جب تم سنو۔ کہ آیات اللہ کی تکفیر اور تضحیک کرتے ہیں۔ تو ایسے شوخ اور بے باک گستاخوں کے پاس نہ بیٹھو اور نہ اون سے ملو۔ ہاں اگر آیات اللہ کا ذکر چھوڑ کر کسی اور بات میں پڑ جاویں تو پھر حرج نہیں ہے۔ مگر میں تم کو کہتا ہوں کہ مومن کی شان نہیں۔ کہ وہ لغویات میں پڑے اور وہ بڑا محتاط ہوتا ہے۔ اور کھٹکے اور خطرہ کی جگہ سے بچتا اور پرہیز کرتا ہے۔ خدا تعالے مجھے اور تم کو توفیق دے۔ کہ ایسے گستاخوں کی مجلسوں میں بیٹھ کر عزت کے خواہاں نہ ہوں۔ بلکہ مومنوں سے تعلق پیدا کریں۔ اور مامور من اللہ کے ساتھ سچا تعلق پیدا کریں۔ آمین۔

خطبہ نمبر نہم

الحمد للہ رب العٰلمین الرحمٰن الرحیم مٰلک یوم الدین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد و آلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم وبسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل وامہ صدیقہ۔ کانا یاکلن الطعام۔ انظر کیف نبین لھم الایات ثم انظر انّیٰ یؤفکون۔ قل اتعبدون من دون اللہ ما لا یملک لکم ضرا ولا نفعا۔ واللہ ھو السمیع

العلیم - قل یاھل الکتب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق ولا تتبعوا آھواء قوم قد ضلوا من قبل واضلوا کثیرا وضلوا -

مریم کا بیٹا مسیح ایک رسول ہی تو تھا اُس سے پہلے اُس طرز اور اس جنس کے جس قدر رسول آئے وہ سب وفات پا چکے اس کی ماں راست باز تھی - دونوں ماں بیٹا کھانا کھاتے تھے - دیکھو ہم کس طرح کھول کھول کر نشان بیان کرتے ہیں - پھر دیکھو باوجود ایسی پکی بات کے کہاں بھٹکتے ہیں - ان کو کہدو کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسے اجسام و اصنام کی پرستش کرتے ہو جن سے نہ یہ امید ہو سکتی ہے کہ وہ خوش ہو کر کسی قسم کا نفع پہونچا سکیں اور نہ اُن سے یہ خوف ہو سکتا ہے کہ ناراضگی کی صورت میں کوئی نقصان پہونچا سکیں وہ جامع جمیع صفات کاملہ جو مستحق جمیع عبادت و محامد ہو سکتا ہے وہ اللہ ہے - وہی دعاؤں کو سنتا ہے اور کامل علم رکھتا ہے کہ قبول دعا کے بعد داعی کے مقصود کو پورا کر سکے - اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو مت کرو اور ایسے لوگوں کی خواہش نفسانی کے پیچھے مت لگو جو خود بھی بہکے اور بہتوں کو بہکایا اور راہ مستقیم سے بہک گئے - بنی اسرائیل کے کفار پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبانی لعنت ڈالی گئی اور یہ نتیجہ تھا ان کے عصیان اور اعتداء کا اور اس کی وجہ یہ بھی ہوئی کہ انھوں نے سوسائٹی میں امر معروف اور نہی منکر کرنا ترک کر دیا -

دنیا پر قرآن کریم کا یہ احسان عظیم ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید کو کما حقّہٗ اسی نے قائم کیا جو تمام بلند پروازیوں کا سرچشمہ اور تمام نیکیوں کی بنیاد ہے - یہ احسان فی الواقع ایسا احسان ہے کہ جس کے یاد کرنے سے بال بال میں لذت بھر جاتی ہے اور زبان اس کے شکر کے ادا کرنے سے گنگی ہو جاتی ہے - یہ بالکل سچی بات ہے کہ اگر دنیا میں قرآن کریم نہ آتا تو کس قدر اندھیر تھا اور کس قدر خوفناک اندیشہ دنیا کے لعنت سے بھر جانے اور تباہ و ذلیل ہو کر نیست و نابود ہو جانے کا تھا - اپنے جیسی مخلوق کی پرستش میں مخلوق ڈوبی ہوئی تھی - اب تک وہ قومیں ڈوبی ہوئی ہیں جنھوں نے اس نور سے فیض نہیں اٹھایا -

جب میں دنیا کی اُس حالت پر نظر کرتا ہوں جو ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت تھی کہ کیسی گندی اور ناپاک اشیاء کی پرستش دنیا میں ہو رہی تھی اور پھر

اُس نور اور فضل پر غور کرتا ہوں جو وہ رحمۃ للعالمین سے کر آیا تو میرا رونگٹا رونگٹا اس قدر لذت سے
بھر جاتا ہے کہ اگر زبان کو بولنے کی پوری طاقت ملتی تو اس سے شیرینی کے فوارے نکلتے جو
تعلق قرآن عظیم نے انسان کا خدا کے ساتھ بتلایا ہے دنیا کی کسی قوم کسی کتاب کو نصیب نہیں
ہوا۔ اُس قوم کو دیکھو جو اپنے زعم میں ہمہ دانش بنی بیٹھی ہے ایک عاجز انسان کو جو کھاتا پیتا او
پاخانے پیشاب کا محتاج تھا خدا مانتی ہے ایسے ضعیف انسان کو جو ایک عورت کے پیٹ
سے پیدا ہوا۔ الفا۔ اومیگا قادر مطلق اور ساری حکمتوں کا چشمہ کہا جاتا ہے اور ذوالجلال قادر مطلق
کر کے پکارا جاتا ہے کس قدر ابتلا دنیا کے لئے تھا۔ دنیا کی عادت ہے کہ بادشاہ کی نقل کرتے
ہیں مثل مشہور ہے۔ **الناس علی دین ملوکھم**۔ اگر دنیا میں قرآن کریم نہ آتا اور اگر یہ دہائی
دیکر بتلانے والی عزیز کتاب نہ ہوتی اور اس نے اس فرضی اور مصنوعی خدا کو انسان ثابت کر کے
اور حقیقی خدا کی پرستش کو قائم کرنے سے احسان کا بارگران انسان کی گردن پر رکھا ہوتا تو آج خدائے
واحد کی عبادت کا نام و نشان بھی نہ ہوتا۔ یہ اُسی کا طفیل ہے کہ تمام ارض اللہ کی مساجد میں کروڑوں
بندگان خدا پانچ وقت اللہ اکبر کی صدا بلند کرتے اور اللہ تعالے کو صفات۔ عبادات اور ذات
میں یکتا تسلیم کرتے ہیں یہ صرف اسی عزیز کتاب کا صدقہ اور اس پاک رسول کا ذریعہ ہے۔ ورنہ
مخلوق پرستی صلیب پرستی کفارہ پرستی اور ان کے بدنتائج کی لعنتی آگ خرمن عالم کو جلا ڈالتی کاش
کوئی انسان پرست قرآن کریم کی اس ہیبت حجت کو توڑ کر دکھاتا اور ثابت کرتا کہ مسیح میں خدائی
کا مشہور کرشمہ کون تھا۔ افسوس کوئی دلیل اسکی خدائی پر موجود اور کوئی بھی سند نہیں۔ پھر ایسے ضعیف
انسان کو جو ضعیفہ عورت کے پیٹ سے نکلا اور تمام انسانی خصائص ساتھ رکھتا ہے کھینچ تان کر
خدا بنایا جاتا ہے۔ اور ہم تو اسی بات کے بھوکے اور پیاسے ہیں کہ نور افشاں ہی کبھی اتنی مہربانی
کرے کہ کوئی خاصہ مسیح میں ایسا دکھائے جو توریت کے انبیاء میں نہ ہو۔ کیسا آسان فیصلہ ہے
ادھر اُدھر گھانس پھونس کو پنجہ مارنا بے سود ہے۔

ایک انگریز پادری آہ مار کر کہتا ہے کہ اگر قرآن نہ ہوتا تو ساری دنیا عیسائی ہو جاتی۔ ہم
ہنر اور خوشی سے ہاں مبارکبادی سے کہتے ہیں کہ بالکل سچ ہے اور یہ قرآن کریم ہی کا احسان عظیم
ہے کہ اُس نے دنیا کو ابدی لعنت اور عیسی پرستی اور اُس کے پرخطر نتائج کے جہنم سے بچا لیا۔

قرآن کریم کا ایک یہ لطیف اور قابل ناز طرز ہے کہ وہ جو دعویٰ بیان کرتا ہے اُس کے دلائل بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہے۔ اس آیت میں غور کرو کہ **ما المسیح ابن مریم الا رسول** الآیہ س‌ع۔ عربی زبان کی خوبیوں پر پے لیجانے والے اور انشاء کی باریکیوں کو سمجھنے والے خوب سمجھتے ہیں کہ اس ترکیب میں کس قدر زور اور خوبی رکھی ہوئی ہے ما المسیح یعنے خدائی اور فوق الانسانیت اس میں کوئی بات نہیں۔ وہ تو ایک رسول ہی ہے۔ اس رسالت سے بڑھکر اس میں اور کوئی برتری نہیں۔ کتنا عظیم الشان دعویٰ ہے جو قرآن نے ڈنکے کی چوٹ سے کیا ہے مگر آج تک ایک بھی پادری نہ دیکھا کہ جس نے اس کو توڑ کر دکھلایا ہو۔ قرآن شریف دعویٰ کرتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام سے بڑھکر کوئی خوبی مسیح میں بتلاؤ جو اس کو خدائی کا تاجدار بناتی ہو۔ **قد خلت من قبلہ الرسل** الآیہ س‌ع۔ اس سے پہلے اس طرز کے رسول وفات پا چکے۔ میں نے یہ آیت اس لئے پڑھی ہے کہ اس پر غور کرنے سے اور اس کی ترکیب کو سوچنے سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ جیسے آج ہر ایک مسلمان کو کلمہ **لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ** پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ ایسا ہی ہر مسلمان کو اللہ تعالے کی عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو قائم کرنے اور اسلام کا جلال ظاہر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسیح کی وفات پر ایمان رکھے۔ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود کی ضرورت اور آپ کی بعثت کی برکات جب ہی ثابت ہو سکتی اور اسلام کی زندگی اسی وقت قائم رہ سکتی ہے اور اللہ تعالے کی توحید کی عزت اسی صورت میں بحال رہ سکتی ہے کہ مسیح کی موت کا اعتقاد رکھا جائے۔ مسیح کو زندہ ماننا تمام مفاسد کی جڑ ہر قسم کے شرک کا منبع اور توحید کا قاتل دشمن ہے کیسی دل کو ہلا دینے والی اور روح پر لرزہ ڈالنے والی بات ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت (جو تمام فضیلتوں اور بزرگیوں کے سزاوار ہیں) تو **وما محمد الا رسول** الخ س‌ع پڑھکر یہ خیال کر لیا جاتا ہے کہ وہ تحت قد خلت من قبلہ الرسل س‌ع میں داخل ہیں۔ مگر عاجز ابن مریم جو اس رسول کریم کی محامد اور فضائل کا خود معترف ہے آسمان پر چڑھایا جاتا ہے افسوس صد ہزار افسوس ؎

مسیح ناصری را تا قیامت زندہ می فہمند　　مگر مدفون یثرب را نداد ند ایں فضیلت را

غرض یہ ضروری بات ہے کہ جیسے ایک مسلمان کلمہ پر اعتقاد رکھے ویسے ہی
قرآن کریم کی عظمت اور اللہ تعالےٰ کے جلال وجبروت کے قائم کرنے کے لئے اس کا فرض
ہے کہ مسیح علیہ السلام کی وفات کا قائل ہو۔ کیونکہ مسیح کی خدائی ابنیت اور کفارہ کی ٹانگ بجز
اس کے نہیں ٹوٹتی۔ دیکھو اور غور کرو! قرآن کریم میں نوح علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہوا۔ ہود اور
صالح علیہم السلام کی قوموں کی شرارتوں کا ذکر ہوا۔ یہانتک کہ لوط علیہ السلام کی ناپاک اور گندی
قوم کا بھی ذکر ہوا۔ اور بڑے بڑے ہلا دینے والے الفاظ میں نافرمانوں اور سرکشوں کا ذکر ہوا
مگر تکاد السمٰوٰت یتفطرن منہ وتنشق الارض وتخر الجبال ھدًّا ۞ ان دعوا للرحمن ولدا ۞
ایسی خوفناک آیۃ اسی ناشدنی عقیدہ کی نسبت ہی آئی ہے۔ اسی ایک بدعقیدہ پر جو تمام برائیوں کا
مخزن اور ہر ایک قسم کی بداخلاقی اور شیطنت پھیلانے کا ذریعہ ہے کہا گیا تکاد السمٰوٰت
آسمان پھٹ پڑیں۔ زمین شگاف ہو جائے۔ پہاڑ چور چور ہو کر گر جائیں اس بات کے
سننے سے کہ خدا کے لئے لم یلد ولم یولد کا بیٹا کہا جاتا ہے۔ یہی وہ ناپاک اعتقاد ہے جس نے
زنا۔ شراب۔ انبیاء کی ہتک۔ خدا کی بے عزتی اور دہریت کو دنیا میں پھیلایا۔ کوئی بدی اور
جہان برہم زن شر نہیں جو مسیح کو زندہ ماننے اور ابن اللہ ماننے سے نہ پیدا ہوتی ہو۔ یہ ایسا
اعتقاد ہے کہ اس سے آسمان پھٹ پڑے اور زمین شگاف ہو جائے۔ کتنا
بڑا احسان ہے اُس رب کریم کا کہ قرآن کو بھیجکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر
اُس لعنت سے دنیا کو بچا لیا جو اس بدعقیدے کے سبب پھیلی اور قریب تھا کہ آسمان اُس
سے پھٹ جاتے۔ زمین قوموں کو نگل جاتی۔ یہ اُس رحمۃ للعالمین کے وجود باجود کا ذریعہ
ہے کہ زمین قائم ہے اور آسمان استادہ ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کے سبب نظام عالم
چل رہا ہے۔ یہ اُسی خدا کا کلام ہے جو تمام جہانوں کا خالق ہے۔ خدا تعالےٰ مجھے بھی اور آپ
کو بھی اپنے قول اور فعل میں مطابقت سمجھنے کی توفیق دے جیسی کہ فی الواقع ہے۔ آمین

خطبہ نمبر دہم

الحمد لله رب العالمين الرحمٰن الرحيم مٰلك يوم الدين والصلوٰة
والسلام علی رسوله محمد واٰله واصحابه اجمعين۔ اما بعد فاعوذ
بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم۔ وقال الذين
كفروا لرسلهم لنخرجنكم من ارضنا او لتعودنّ فی ملتنا فاوحیٰ اليهم
ربهم لنهلكن الظالمين ولنسكننكم الارض من بعدهم ذٰلك لمن
خاف مقامی وخاف وعيد۔ واستفتحوا وخاب كل جبار عنيد
من ورائه جهنم ويسقیٰ من ماء صديد ۞

یعنے کافروں نے ان لوگوں کو جو انکی طرف مامور ہو کر آئے تھے کہا ہم یقیناً تم کو اپنے ملک
سے نکالدینگے ورنہ تم ہماری قوم و مذہب میں واپس آجاؤ۔ پروردگار نے ان رسولوں کو کہا
کہ ہم ضرور ضرور ظالموں کو ہلاک کر ڈالیں گے اور یقیناً اسی ملک میں جس سے نکالنے کا دعوی
اور دھمکیاں یہ ظالم دیتے اور کرتے ہیں تمکو ان کے بعد آباد کریں گے۔ مگر یاد رکھو کہ اللہ تعالے
کے ہاں دھڑے بازی اور بیجا پاسداری نہیں بلکہ ہم ایسا کیوں کریں گے ذٰلک لمن خاف
مقامی وخاف وعید۔ یہ نصرت اور یہ تائید الٰہی اس شخص کے واسطے ہے جو میرے حضور
کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے اور جسے یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ یہ وعید الٰہی کہیں مجھ پر ہی صادق
نہ آجاویں۔ اللہ تعالے کی قدرت دیکھو کہ دو شخص آپسمیں لڑتے ہیں۔ ایک شخص محض اپنی ظاہری
حالت و طاقت کے بھروسے پر اپنے حریف کو دعویسے کہتا ہے کہ میں تمکو نیچے گرا دونگا
اور قوم سے تمہاری قبولیت کو مٹا دوں گا۔ ہر قسم کی ذلت و رسوائی شامل حال کر دونگا۔ مگر کیا
اس دعوے کے وقت اس کو قادر مطلق خدا پر بھروسہ ہوتا ہے۔ کیا اسکی نگاہ بصیرت اور
لطافت کیساتھ اللہ تعالےٰ کے قادرانہ اور وراء الوراء اسباب پر جاتی ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ
اسکی منظر زمین اور اُسکی طاقتوں پر ہوتی ہے۔ اُسکی نظر آسمان کی طرف اٹھتی بھی نہیں۔ وہ اپنی
تحریروں۔ رسالجات۔ مضامین پر ناز کرتا ہے۔ وہ اپنے معاونین اور سفلی مددگاروں پر ناز
کرتا اور دنیا کے اسباب اور مادی چیزوں کے بل اور برتے پر توکل رکھتا ہے۔ یقیناً اُس کی
ساری زندگی اور عمل کبھی بھی اس بات کی گواہی نہیں دے سکتے ہیں کہ وہ اس جرأت اور جسارت

سے جو بولتا ہے تو قادر مطلق کے بھروسے پر بولتا ہے؟ نہیں وہ اپنی تدبیروں اور منصوبہ
بازیوں کی بناء پر بولتا ہے۔ کفار عرب نے جو ہمارے ہادی کامل رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم کے اخراج وقتل کے دعوے کئے تو کیا خدائی بل اور طاقت پر؟ نہیں نہیں اپنی تدبیروں
اور مدبروں کی چالبازیوں پر بھروسہ کر کے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ناتوان بے کس و بے
بس پاکر اور اپنے آپ کو توانا اور قوم اور برادری کے سرگروہ سمجھکر وہ کہتے تھے کہ ہم تجھکو ارض مکہ
سے نکال ڈالیں گے۔ لنخرجنکم میں لام تاکید اور پھر نون ثقیلہ کے ذریعہ سے جو تاکید
مکرر کی گئی ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ وہ اپنی ساری طاقت۔ ہمت۔ تدابیر اور ہر ایک
قسم کی حیلہ سازی کو زیر نظر رکھکر اور بزعم خود پورا وثوق رکھتے تھے کہ چونکہ مادی اسباب ہمارے
ہاتھ میں ہیں ہم ان کو جلاوطن کردیں گے۔ مگر ان کا یہ دعویٰ جو بڑے شد ومد سے کیا گیا تھا
کیوں پورا نہ ہوا؟ اس کی اصل آتی ہے اور خدا تعالےٰ خود اس گر کو بیان فرماتا ہے۔ ایک طرف
ان کو قوم کے سرکش مدبر اور سرگروہ یہ دھمکی دیتے تھے کہ ہم تم کو جلاوطن کردیں گے۔ دوسری طرف
اللہ تعالےٰ اپنے فرستادوں کی حمایت اور نصرت میں ان کی سکینت اور اطمینان کے لئے
اُن سے یوں وعدہ کرتا ہے فاوحی الیہم ربہم لنہلکن الظالمین یعنے ہم یقیناً یقیناً
ظالموں کو ہلاک کردیں گے*۔

اس مقام پر بھی اسی رنگ اور ڈھنگ سے اللہ تعالےٰ نے وعدہ کیا ہے۔ لام
تاکید اور نون ثقیلہ لنہلکن میں بھی موجود ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ ان دونوں صیغوں میں سے

---

* حاشیہ۔ اس آیت پر غور کرنے سے پتہ ملتا ہے کہ ایسا ممکن ہے کہ اُن کی شرارتوں اور شیطنتوں سے
مجبور ہو کر مامور من اللہ کو اپنے وطن سے نکلنا پڑے کیونکہ لنخرجنکم من ارضنا کے بالمقابل لنہلکن الظالمین
ہے۔ ان کے ظلم وتعدی کا کمال تب ہی ہوتا ہے کہ وہ ان کو چندروز یا چند سالوں کے لئے اپنے ملک سے نکال
سکیں۔ اس کے بعد نصرت الٰہی اس کے شامل حال ہوتی ہے اور پھر خدا تعالےٰ ان کا ملک اسے دیتا ہی چنانچہ
ہم دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہجرت کرنی پڑی اور ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور حضرت
مسیح علیہ السلام کو بھی انڈیا میں آنا پڑا۔ غرض یہ امر ممکن ہے کہ شریروں کی شرارت اور ضد سے بڑھی ہوئی بدذاتی

کونسا صیغہ کارگر ہوا اور کیوں ہوا۔ اللہ تعالےٰ نے ان کے اس وعدے کے وقت اپنے بندوں کو حوصلہ دلایا کہ ہم ان کو یقیناً یقیناً ہلاک کر ڈالیں گے اور پھر یہی نہیں بلکہ ان کے بعد تم کو اُس سرزمین میں آباد کریں گے۔ ان کے مکانات ان کے اسباب و املاک ان کے وہ سونے چاندی کے زیورات۔ اُن کے وہ قیمتی اور جڑاؤ کنگن تم کو دیں گے اور تم ہی مال ومنال اور اسباب و زمین کے مالک اور وارث بنو گے۔ اب دیکھو کہ اس طرف کافروں نے بھی ایسا ہی دعویٰ کیا کہ ہم تمکو نکال ڈالیں گے اور اُدھر یہ مامور من اللہ بھی انکی ہلاکت اور اپنی حکومت مستقلہ کی خبر دیتے ہیں۔ اس میں فرق کیا ہے؟! اور پھر کیوں ایک وعید تو سرسبز اور بارور ہوا اور دوسرا جو اُسی رنگ و روکا ہے نامراد رہتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ کافر تو اپنی ظاہری شوکت و طاقت اپنے سامان و اسباب کو دیکھکر بولتے ہیں۔ مگر مامور من اللہ اپنی ناتوانی پر نظر کر کے وراء الوراء اور خدا کی طاقت اس کے جلال و جبروت کو دیکھکر بولتے ہیں۔ وہ اس کے قادرانہ اختیارات و اقتدار کو دیکھتے ہیں۔ اور اسی کے ہاں صرف اسی کے بل اور برتے پر بولتے ہیں اور اسی جوش اور ہیبت سے انکی ہلاکت اور اپنی فتح کی خبر دیتے ہیں۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ ان کو اپنی قدرت اور شوکت نے یہ جرأت نہیں دلائی بلکہ اپنی قدرت و طاقت کی بجائے تو اُن کو اپنی بے کسی و بے بسی اور ناتوانی نظر آتی ہے۔ بلکہ یہ کلمات خدا تعالےٰ نے آپ اس شوکت اور دلیری کے ساتھ ان کے منہ سے

بقیہ حاشیہ کسی مامور من اللہ کو کچھ عرصہ تک اپنے وطن کو الوداع کہنے پر مجبور کرے بلکہ قرینہ یہی چاہتا ہے کہ ایسا کرنا پڑتا ہے۔ جیسا ہم نے بتلایا کہ عظیم الشان نبیوں کو کرنا پڑا۔ اس مقام پر لنخرجنکم کے جواب میں لنھلکن فرمایا اور پھر اس کے بعد لنسکننکم کا ارشاد اسکی اور بھی صراحت کرتا ہے۔ کیونکہ اگر اخراج نہ ہو تو وہ سکونت کیسی ہے۔ اور پھر بعد اہلاک۔ پس ہمارے اپنے خیال میں یہ آیت اس امر کی صریح دلیل ہے کہ بعض اوقات مامور من اللہ کو شریروں کی ریشہ دوانیوں سے **داغ ہجرت** کھانا پڑتا ہے مگر آخر کار فتح انکی ہی ہوتی ہے اور وہ اصلی وطن ان کو دیا جاتا ہے اور عزت و اقتدار کے ساتھ دیا جاتا ہے۔ اس ہجرت میں راز یہ ہوتا ہے کہ تا اسوقت صادق کیساتھ سچا اخلاص رکھنے والے اور منافقانہ طبع سے ملنے والوں کی صفائی ہو جائے۔ اور ظالم اپنے ابتدائی منصوبوں میں بظاہر کامیاب ہو کر خوش ہولیں اور تکمیل ظلم کرلیں کیونکہ اسی کا لازمی نتیجہ وہ ہلاکت ہونیوالی ہے اور اسمیں کرشمۂ قدرت ہے (ایڈیٹر)

نکلوائے ہیں - ظاہری رنگ میں تو مامور عاجز و تنہا بیکس و بے بس انسان ہے۔ حشم و خدم اس کے ساتھ نہیں - خزانہ اور دولت اس کے پاس نہیں - کسی قسم کے اسلحہ اور ہتھیار سے وہ مسلح نہیں دوسری طرف مخالف اپنی تمام قوموں - انجمنوں اور سوسائٹیوں مختلف فرقوں کے بل پر دعوی کرتے ہیں - مگر یہ مامور من اللہ اس ناتوانی اور بیکسی میں بھی اس سے بڑھکر جرأت و جسارت کیساتھ اپنی کامیابی اور فریق مخالف کی ذلت کے ساتھ ناکامی کا دعوی کرتا ہے - رسالے اور تالیفیں ادھر سے بھی نکلتی ہیں اور وہ اپنے رسوخ پر اتراتے اور ناز کرتے ہیں اور انہیں تیروں کے حوصلے پر چھپکر دھمکیاں دیتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے یہ کارخانہ مٹ جاویگا - مگر اوپر سے اُن کو آواز آتی ہے انا انفتاح افتح لك ترى فتحا مبينا - میں فتاح ہوں میں سربستہ خزانوں کو کھولدوں گا - عنقریب تم کھلی کھلی فتح دیکھ لوگے - پس اس کے پاس ظاہری سامان فتوحات کے نہیں - کیا اس کے پاس کوئی ایسی تلوار ہے کہ ایک دفعہ ہی کل مخالفوں کے سر کاٹ ڈالے - نہیں بالکل نہیں تو صاف آشکار ہے کہ وہ جس جرأت اور جسارت سے بولتا ہے وہ اپنی کسی قوت و شوکت کے بھروسے پر نہیں بلکہ کل طاقتوں اور قدرتوں کے سرچشمہ قادر مطلق خدا کی نصرت اور تائید کی بناء پر بولتا ہے اسی لئے تو وہ جیت جاتا ہے اور مخالف خائب و خاسر رہکر ہلاک ہو جاتے ہیں اور اپنے تمام مادی اسباب کے ہوتے ہوئے ذلت کے گڑھے میں اوندھے ہو کر گرتے ہیں - اب سوال یہ ہے کہ اس نصرت اور تائید الہی کو کھینچ لانے والی اور ذلت اور غضب الہی کو بھڑکانے والی کونسی چیز ہے - یہ تو مسلم ہے کہ راستباز اور متقی بالآخر کامیاب ہو جاتا ہے - مگر سوال یہ ہے کہ کیوں ؟ اس کا جواب خود کتاب اللہ نے دیا ہے کہ یہ نصرت ایسے شخص کو ملتی ہے جو اس آیۃ شریفہ ذلك لمن خاف مقامی وخاف وعید کا مصداق ہے - ظاہر ہے کہ خدا تعالے تو سب کا خالق ہے اس کی ذات میں ضد اور چڑ نہیں - جیسے انسان کسی سے جل بھنگر کباب ہو کر اسے صدمہ پہونچاتا ہے - وہ پاکذات اس سے پاک ہے وہ مشتعل اور متاثر ہو کر کسی کو ہلاک نہیں کرتا - بلکہ عین رحمت و رحیمیت ہاں سچی حکمت ہے - اگر وہ کسی کو کاٹتا ہے تو قادرانہ اور حکیمانہ نظام سے اور اگر لگاتا ہے تو ایک مقتدرانہ مگر الحق نظام سے - ایک انسان کی خاطر وہ ہزاروں ہزار کی پروا نہیں کرتا - اُن سب کی تقریریں تحریریں انشاء پردازی اور علم کی طاقتیں سب

کی سب سلب کر دیتا ہے اور اُن کو اوندھا کر کے گرا دیتا اور نیست و نابود کر دیتا ہے۔ بات یہ ہے کہ وہ چیز جس سے الوہیت کو ذوق ملتا ہے وہ عبودیت کا وہ کمال ہے جو اس مامور میں پایا جاتا ہے۔ یہ انسان کامل نہایت تذلل اور نیستی سے پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اس کے آستانہ پر گرتا ہے اور الٰہی الٰہی انت مالکی پکارتا ہے اور اپنے آپ کو ایسا کھوتا ہے کہ خدا تعالےٰ کی الوہیت اور غیرت جوش مارتی ہے۔ آخر حکیم حمید اُس بیکس کو پوری طاقت اور قوت دیتا ہے اور اُسے کامیاب کر دیتا ہے۔ مخالفوں کو نہ وحی اور الہام سے واسطہ نہ کشف اور نہ خدا سے علاقہ اُن کو اُس زندہ اور مقتدر ہستی پر اعتماد اور توکل کہاں؟ وہ تو ایک نادیدہ اور مخفی کسی تاریکی میں پڑے ہوئے خدا کے پرستار ہیں اس لئے وہ اندھیرے میں کسکو پکار کر نصرتوں اور تائیدوں کے مورد ہو سکتے ہیں؟ مگر یہ مامور من اللہ ایک حی قیوم عزیز حکیم خدا پر ایمان لاتے۔ اس کو دیکھتے اور اسکی مقتدرانہ عجائبات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس خدا تعالےٰ ایک ایسے بندے کی خاطر ہزارہا بلکہ کروڑہا مخلوق کی پروا نہیں کرتا اور ان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ وہ اسکی خاطر صاف ہوا کو وبائی اور وبائی کو صاف کر دیتا ہے اور تمام نظام کائنات میں ایک تحریک ڈال دیتا ہے۔ پھر یہ ظلم نہیں کوئی بیجا ضد اور ہٹ سے نہیں بلکہ عین رحم اور رحمانیت سے سچی حکمت اور مصلحت سے مگر جیسا کہ میں نے پہلے کہا اس میں گر یہی ہے کہ وہ جس کو مظفر و منصور کرتا ہے اور اپنی تائیدات اور نصرتیں اس کے شامل حال کرتا ہے وہ وہی ہے جو خدا تعالےٰ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرتا ہے۔ وہ سچا خوف اور خشیت الٰہی ہے جو ربوبیت تامہ کے جلال کے نیچے آ کر ایک شوکت پاتا ہے۔ نادیدہ خدا کی پرستش کرنیوالوں میں وہ ہیبت ناک پیدا نہیں ہوتا جس سے ان میں سچی قوت اور شوکت پیدا ہو اور پھر معاً نصرت و تائید الٰہی انہیں حاصل ہو۔ واستفتحوا وخاب کل جبار عنید۔ وہ دعائیں مانگتے ہیں کہ ہم کامیاب ہوں مباہلہ کرتے اور چاہتے ہیں کہ ہم کو نصرت ملے۔ ادھر راستباز اور خدا کا بندہ مرد کامل بھی ہاتھ اٹھاتا اور فتح و نصرت چاہتا ہے۔ ہاتھ اٹھانے میں تو دونوں برابر ہیں۔ اُسی طرح راستباز نے ہاتھ اٹھائے ہیں جس طرح اُس جبار عنید نے۔ مگر اس میدان دعا میں بھی وہ خائب و خاسر رہتا ہے اور ذلت اٹھاتا ہے اور راستباز فتح پاتا اور ایک عزت قبولیت دعا کی پاجاتا ہی جیسے

وہاں کامیابی کے لئے گر بتلایا۔ یہاں بھی ناکامیاب رہنے کی اصل بتلائی ہے جیسے خدا تعالےٰ کا خوف اور خشیت کامیاب کرتی ہے اسی طرح پر ہلاکت اور ذلت کا موجب خدا کے حضور سے رد ہونے کا باعث وہ جبر اور عناد ہے جو کسی بندۂ کامل پر کیا جاتا اور صادق سے رکھا جاتا ہے وہ اپنے ذاتی عناد اور بغض کی وجہ سے اس بات کو گوارا کرتے ہیں کہ چالیس کروڑ آدمی عیسویت کے چکر میں آکر مردہ پرستی کریں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ اس ظلم عظیم اور شرک جسیم یعنے عیسیٰ پرستی نے تمام انبیاء اور راستبازوں کی تعلیم کو خاک میں ملا دیا اور خشیۃ اللہ اور طہارت و صلاحیت اور اعمال صالحہ کو زمانہ سے مٹا دیا ہے اور اب وقت آگیا ہے کہ یہ خطرناک بت پاش پاش ہو جائے چنانچہ ایک غیور راستباز نے اسکی موت کو ثابت کرکے اُس کے الوہیت کے کارخانہ کو درہم برہم کر دیا ہے اور اب وہ درپے ہے کہ کشمیر میں اسکی قبر کا پتہ لگا کر اور پورے ثبوت کی روشنی میں لاکر فسق کے سرچشمہ صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے۔ اسمیں خدا تعالےٰ کی زندگی ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امام المتقین کی زندگی ہے۔ قرآن کریم کی زندگی ہے اور تمام جہان کی زندگی ہے۔ کیونکہ اسلام اور توحید نظام عالم کی بقا اور اصلاح کے موجب ہیں۔ اور نصرانیت یا یوں کہو عیسیٰ پرستی بالفظ پاک و صریح یوں کہو مردہ پرستی و استخوان پرستی فساد عالم کا باعث ہے مگر راستی اور راستبازی کے دشمن ناعاقبت اندیشی اور کور فطرتی کی وجہ سے اس راز کو نہیں سمجھتے اور ایسے داعی حق کے لئے کوشش کرنیوالے کی مساعی جمیلہ کی قدر نہیں کرتے۔ وہ نہیں سوچتے کہ کس قدر سچائیوں کا خون ہوتا ہے اور عناد کی وجہ سے ایک بت کی موت کو گوارا نہیں کرتے جسکے مرنے پر کئی کروڑ آدمیوں کی زندگی اسلام کی زندگی۔ قرآن کریم کی عظمت اور اللہ تعالےٰ کے کامل اور برگزیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی موقوف ہے۔ آہ کیوں نابکار و جبار و عنید نہیں سوچتا۔ یہی تو وہ راز ہے جو اللہ تعالےٰ اس کے ہاتھوں کو ذلت کیساتھ رد کر دیتا ہے کیونکہ وہ صفات الٰہی کے مخالف ہے۔ یاد رکھو! کامیاب ہونے اور ناکام رہنے میں بھی بڑی بھاری اصل ہے۔ مامور من اللہ سے بیجا عداوت اور عناد خدا کے فضل سے محروم کر دیتا ہے من ورائہ جھنم ویسقی من ماءٍ صدید۔ اس کے آگے دوزخ ہے۔ جیسے وہ مخالفت میں کڑھتا اور جل جل کر کباب ہوتا ہے۔ ناکامی اور نامرادی پر یہ جہنم اور بھی بھڑکتا ہے۔ دیکھو جبار

عنید بھی کارروائی کرتا ہے۔ اپنی ہر ایک قسم کی تدابیر میں مصروف ہے۔ تحریر سے تقریر سے۔ دنیوی مدبروں سے ملکر کہیں حکومت کو بدگمان کرنے کے ناپاک وسائل کی آڑ میں چاہتا ہے کہ مرد کامل کو گزند پہونچائے اور ان تمام کارروائیوں کے ساتھ ایک بھسم کردینیوالا اور جلا کر راکھ کردینیوالا غم اُسے لگ جاتا ہے۔ اودھر یہ صادق بھی کارروائی کرتا ہے انہی پتھروں پر اُس کے اشتہار نکلتے اور شایع ہوتے ہیں مگر باوجودیکہ وہ ایک زبردست طاقت کے انجن کی سٹیم سے کام کر رہا ہے لیکن قلب میں کیسی برودت اور خنکی ہے کیسی قرۃ العین آنکھوں اور دل کی ٹھنڈک اسے ملی ہے کہ غم اور غصہ سے بیقرار ہو ہو نہیں جاتا مگر محجوب ناعاقبت اندیش مخالف جب اشتہار نکالتا ہے یا بولتا ہے تو غصہ اور غم سے جلکر کوئلہ ہوجاتا ہے۔ دل کو تاریک کردینیوالا دھواں اس کے اندر سے نکلتا ہے آگ بگولا ہو کر جلتا ہے۔ دہکتے ہوئے کوئلے کی طرح پہلے تو روشن اور چمکدار معلوم ہوتا ہے مگر ہوا لگتے ہی راکھ بنجاتا ہے۔ سزا بالمثل ہے چونکہ جلکر کام کرتا ہے اس لئے برودت اور خنکی حاصل نہیں ہوسکتی اور سزا بھی وہی جہنم ملتا ہے اور پھر اسپر صدید کا یعنے ریم سے ملا ہوا پانی پلایا جاتا ہے۔ صدید کے لفظ میں ایک لطیفہ ہے۔ اللہ تعالےٰ بہتر جانتا ہے مگر میری روح پکارتی ہے کہ اس لفظ میں یہ بات ہے کہ چونکہ صد روک اور ٹھوکر کو کہتے ہیں بداندیش مخالف چونکہ راستی کیطرف آنیوالے کیلئے ایک ٹھوکر کا پتھر بنتا ہے اور روک ہوجاتا ہے اس لئے وہی سزا ملتی ہے جو صد سے مناسبت رکھتی ہے۔ غرض یہ آیتیں بہت غور کے قابل ہیں جنمیں اللہ تعالےٰ نے راستباز اور صادق کی شناخت کا معیار وہ بتلایا ہے کہ آخر کامیابی کا تاج اُسے پہنایا جاتا ہے اور مخالف کو خائب اور خاسر کیا جاتا ہے۔ اور پھر قبولیت دعا کا اصول بتلایا کہ اللہ تعالےٰ کی خشیت اور تقویٰ الٰہی اور رد دعا کا اسباب مامور من اللہ کی بیجا مخالفت اور کبر اور عناد بتلایا ہے۔ پس ہم جو دعاؤں میں لگے ہوئے ہیں چاہیے کہ اس اصول کو زیر نظر رکھیں کہ جبار و عنید نہ بنیں بلکہ من خاف مقامی وخاف وعید کے مصداق ہوں تاکہ اللہ تعالےٰ اپنی نصرت اور فتوحات سے ہماری مدد کرے۔ خدا تعالےٰ نے مجھے اور آپ کو سچی خشیت اور خوف الٰہی کی توفیق دے اور مامور من اللہ سے سچی محبت اور حقیقی ارادت نصیب کرے کیونکہ یہی کامیابی کی راہ ہے آمین

خطبہ نمبر یازدہم

الحمد للہ رب العلمین الرحمن الرحیم ملک یوم الدین والصلوۃ والسلام علی رسولہ محمد امین وآلہ اجمعین ۔ اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطان الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ قال ھل علمتم ما فعلتم بیوسف واخیہ اذ انتم جاھلون ۔ قالوا ءانک لانت یوسف وھذا اخی قد من اللہ علینا انہ من یتق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المحسنین ۔ قالوا تاللہ لقد اٰثرک اللہ علینا وان کنا لخطئین ۔ قال لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم وھو ارحم الراحمین ۔

یوسف نے اپنے بھائیوں سے کہا کیا تم کو معلوم ہے کہ تم نے یوسف اور اس کے بھائی سے کیا کرتوت کی تھی جبکہ تم اس کی عظمت کو نہیں پہچانتے تھے اور تمہیں اس کا انجام معلوم نہ تھا؟ انہوں نے کہا ایں! کیا تو یوسف ہے؟ یوسف نے جواب دیا ہاں میں یوسف ہوں اور یہ میرا بھائی ہے ۔ اللہ تعالٰے نے ہم پر احسان کیا ہے اور یہ کوئی نرالی اور انوکھی بات نہیں اسکی سنت اور عادت یونہی ہے کہ وہ صبر کرنے والے اور متقی پر احسان کرتا ہے یا یوں کہو کہ یہ اس کا پختہ قانون ہے کہ وہ محسنوں کے اجر کو ضایع نہیں کرتا ۔ اس آیت میں غور کرنی چاہیے ایک طرف تو ایک چھوٹا بھولا بھالا بچہ اور دوسری طرف وہ لوگ ہیں جو نحن عُصبۃ کہتے ہیں یعنے جن کو اپنی طاقت اور قوت پر بھروسا ہے اور اپنی پر شوکت جماعت کے اتحاد باہمی پر ناز ہے ۔ لیکن باوجود اس بات کے ایک ضعیف اور مسکین بچہ ناتوان بچہ اس متکبر رعونت والی جماعت کو کیسی ذلت کا روز بد دکھاتا ہے ۔ وہ کیا بات ہے کہ ایک ناتوان اور بیکس بچہ تو عزت اور عظمت اور جلال کی کرسی پر بیٹھتا ہے اور اس کو معدوم اور تباہ کرنے والی رعونت مجسم جماعت نحن عصبہ کہنے والا گروہ ذلت کا لباس پہنکر اسی کے سامنے آتا ہے ۔ خدا تعالٰے نے کیوں اس بچہ کی مدد کی اور جماعت کو ذلیل کیا ؟ بے شک یہ امر غور کرنے کے قابل اور فکر کے

لائق ہے۔ اُن حاسدوں نے جو آج ذلیل ہو کر یوسف کے سامنے کھڑے ہیں اس معصوم
اور بے خبر بچے میں کیا قصور دیکھا تھا۔ وہ کونسا جرم اور کاٹ دینے والا گناہ تھا جو اس بھولے بچے
سے سرزد ہوا کہ انہوں نے اسکی ہلاکت کا زبردست اور خطرناک منصوبہ گانٹھا۔ کوئی
تاریخ بتلا نہیں سکتی کہ وہ کوئی قصور تھا۔ ہاں صادق تاریخ خدا کی بے عیب کتاب میں ان کا اپنا
اعتراف اور اقرار موجود ہے کہ وہ اس کے جرم کو ان لفظوں میں ظاہر کرتے ہیں کہ احب
الی ابینا منا یعنے ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ بھاتا اور پیارا لگتا ہے۔ بس یہی بڑا جرم
تھا کہ باپ اس کو پیار کرتا تھا۔ خداتعالے کی عزیز اور حکیم کتاب میں جو یہ واقعات درج ہیں اس لئے
نہیں کہ وہ کوئی قصہ کہانی سے نہیں ہیں بلکہ اس لئے کہ ہر ایک شخص ان واقعات پر غور کر کے
خداتعالے کی اس عادت مستمرہ کو سمجھ لے جو راستبازوں اور اس کے برگزیدہ بندوں کے ساتھ
ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ کیونکر خدا کا محبوب اور مقبول بندہ جسے وہ پیار کرتا ہے دشمن
کوتاہ بین کی نظر میں کانٹا سا کھٹکنے لگتا ہے چنانچہ اس مقام پر یوسف کا کوئی گناہ نہیں جسپر
اس کے بھائی اس کو وہ جانکاہ صدمہ پہونچانے میں برسرحق ہوں۔ ہاں اتنی بات ہے کہ وہ
باپ کا عزیز اور چہیتا ہے اور خود بھائی مانتے ہیں کہ وہ ہماری نسبت عزیز ہے۔ اس سے
معلوم ہوا کہ خدا کے محبوب کیلئے ضرور ہے کہ ابتداءً وہ حاسدوں اور بدخواہوں کی نظر میں کھٹکے
اور اُن کے بُرے اور ناپاک منصوبوں کا آماجگاہ ہو۔ اس فقرے نے دکھا دیا کہ راستبازوں
اور ماموریں کا یہی قصور ہوتا ہے کہ وہ خدا کی نظر میں عزیز ہوتے ہیں۔ احب الی ابینا منا
میں غور کرنے سے عیاں ہوتا ہے کہ ان الفاظ ہی میں ان ناعاقبت اندیشوں کے ملزم کرنے
کی مدلل اور موجہ وجہ موجود ہے۔ باپ کا ایک کو چن لینا اور کنار محبت و ایثار میں پرورش کرنا
ان کے لئے قرینہ مرجحہ اور حجت قویہ تھی کہ وہ اس ایثار کو عزت و وقعت کی نگاہ سے دیکھتے اور
سر تسلیم اس کے آگے نواتے اس لئے کہ باپ یعقوب سا باپ تھا اور حضرت یعقوب
علیہ السلام کے وجود میں ایک راستباز بے غرض لوث دنیا سے پاک اور صادق امین
ان کو نظر آتا یا آنا چاہیے تھا۔ کیا ہم اس بات کے یقین کرنے کی کوئی وجہ پاتے ہیں کہ وہ
اپنے باپ کو خود غرض مکار بے تمیز اعتقاد کرتے تھے کس قدر ضرور اور حق تھا کہ وہ معاً

(جاری)

اپنے نفسوں میں گمان کرتے کہ باپ کے ایثار میں لازماً اسباب اور اسرار ہوں گے اور ایسے باریک در باریک مصالح ہوں گے جن کو ہم نہیں سمجھ سکتے۔ پر نادانوں نے ہوائے نفس کو ایثار پر مقدم کرلیا۔ احب الی ابینا منا کے الفاظ خدا نے ان کے منہ سے نکلوا کر ایک وجہ بتادی ہے کہ کیوں راستباز اور محبوب خدا کے دشمن مورد الزام ہو سکتے ہیں۔ اس علیم و حکیم خدا کے کلام میں ایسا نظام ہے کہ کوئی لفظ اور جملہ حکیمانہ باتوں سے خالی نہیں۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کا یوسف کو پیار کے لئے انتخاب کرلینا قطع نظر اور دلائل اور بینات کے جو اُس وقت کچھ بھلی نہ ہوں اور نہ تھے یوسف کی ہزار خوبی کے بیان کرنے کا ناطق وکیل ہے مگر بہر حال کوئی جمال کوئی ادا ظاہری تو وہ بھی دیکھ سکتے تھے اور قائل بھی ہوں گے جو خود ان میں موجود نہ تھی۔ یہ ایک بدیہی بات تھی۔ عرب میں ہادی کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی رسالت کا اظہار کیا تو احمقوں نے ظاہری حالت کو دیکھ کر کہا لولا انزل ھذا القراٰن علی رجل من القریتین عظیم۔ یعنے کیا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی رہ گیا تھا کہ اس پر قرآن نازل ہوتا۔ یہ تو چاہیے تھا کہ مکہ یا طائف کے کسی عظیم الشان آدمی پر نازل ہوتا۔ یہ ایک بندھا ہوا قانون الٰہی ہے کہ جب جب کوئی مامور دنیا میں آتا اور وہ پکار پکار کے کہتا ہے کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے آیا ہوں تو ناخدا ترس اور کوتاہ نظر لوگ جلدی کرکے کہہ اٹھتے ہیں کہ اس سے بڑھکر فلاں شخص عزت و اقتدار میں ممتاز ہے وہ مامور ہونا چاہیے تھا۔ جس طرح یوسف کی محبت کو بھائی اور ناعاقبت اندیش بھائی دیکھ نہیں سکتے تھے عرب کے زندہ کرنے والے نہیں بلکہ کل دنیا کو زندہ کرنے والے ہادی کامل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کو سنکر یا یوں کہو کہ محبوبیت کا خلعت ان پر دیکھکر حاسد بھائیوں نے ویسا ہی شور مچایا۔ آج اس زمانہ میں بھی یوسف کے بھائیوں کے مثیل اور لولا انزل کہنے والوں کے ہم خیالوں کے پیٹ میں وہی حسد بل ڈالتا اور وہ آنے والے راستباز کی مخالفت اور بیجا عداوت کے لئے ابھارتا ہے۔ وہ دیکھتے ہیں کہ قادیاں جیسے ایک گاؤں کا رہنے والا جہاں نہ توسیع معلومات کا ذریعہ نہ تبادلہ خیالات کے وسائل نہ مختلف علوم و فنون کے تذکرے ہیں۔ ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے ایک شخص کو خدا نے پیار کیا اور بہتوں سے چن کر مسیح موعود کے اعزاز سے ممتاز فرمایا۔ وہ یوسف

کی طرح باپ کی نظروں میں عزیز اور پیارا سمجھا جانے لگا اور ہم جو نحن عصبة کے مصداق ہیں
اس اعزاز سے محروم ہیں۔ بہتیرے اخوان یوسف کی طرح حسد کی آگ سے پھنک کر
چاہتے اور تجویز کرتے کہ کیوں مسیح موعود کا پیارا خطاب شیخ الکل کو نہ دیا گیا۔ کیوں مجددیت اور
خلافت حقہ کی پگڑی کسی محمد حسین وغیرہ کے سر پر نہ رکھی گئی۔ یہی ایک بات ہے جو ان کو اندر ہی اندر
دیمک کی طرح چاٹ رہی ہے۔ وہ نادان اتنا نہیں سوچتے کہ کیا خدا تعالےٰ کا انتخاب کسی
میونسپل کارپوریشن یا لوکل باڈی کا انتخاب ہے کہ بذریعہ ووٹ (رائے) کسی میر مجلس کو منتخب
کرے؟! ایسا ہرگز نہیں۔ وہ آسمان وزمین کا مالک کل جو پورا اقتدار اور اختیار اور معا حکمت و
علم کامل رکھتا ہے آسمان پر بدون کسی مشورہ اور صلاح کے اپنی ذاتی حکمت اور علم سے جس کو
چاہتا ہے مجتبیٰ کرتا اور مصطفےٰ بنا کر خلافت کا تاج اس کے سر پر رکھ دیتا ہے۔ پس اس خدا کا
منتخب کرنا انسانوں کے لئے کافی دلیل ہونی چاہیے تھی جیسے کہ یوسف کے بھائیوں کے لئے
یہی بڑی حجت تھی کہ باپ نے یوسف کو چن لیا ہے۔ وہ باپ جو اپنی راستبازی میں مشہور بیجا
پاسداری اور ضد کے ناپاک صفات سے متصف نہ تھا۔ جس کا تجربہ وسیع۔ خیالات انجام
بین تھے۔ خدا کا انتخاب اور اجتبیٰ یہی ہے کہ وہ منتخب شدہ برگزیدہ خود کہتا ہے کہ میں خدا تعالےٰ
کی طرف سے آیا ہوں۔ یوسف کا بھولاپن اسکی خوبصورت ادا اور آن باریک نگاہ سے دیکھنے
کے قابل ہے۔ خبیر و بصیر خدا کا خلیفہ یعقوب تو شروع سے جانتا تھا مگر کیا وہ اس جمیل و شکیل
بچہ کا حسن وجمال فوق العادۃ کافی عذرخواہ نہ تھا کہ وہ مخالفت اور حسد بیجا کا نشانہ بنایا جاوے
میں مان لیتا ہوں کہ چودھویں صدی کے روحانی خلیفہ کے مجتبیٰ اور منتخب ہونے پر اگر مخالف
نگاہ نہیں رکھتا۔ بصیرت کی آنکھ سے دلائل کو نہیں دیکھ سکتا اور بیجا حسد اور عداوت نے
اسکی آنکھوں کا نور چھین لیا ہے تو کیا اس کا پاک چال چلن اس کا خیر خواہ دین ہونا اسلام اور بانی اسلام
علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے سچی غیرت بنی نوع انسان کے ساتھ ناصحانہ دلسوزی اور ہمدردی اور
ان سب پر قبل از دعویٰ مسیح موعود براہین احمدیہ کا مولف ہونا کیا یہ شکل یہ آن بان کافی دلیل اور
سچا وکیل نہ تھی کہ اسکی تکذیب سے منہ بند کیا جاتا جیسے یوسف کا جمال اسکی باپ کی نظروں میں
عزیز ہونے کی دلیل روشن اور قرینہ قویہ تھا اسی طرح براہین احمدیہ کا جانی۔ مالی۔ لسانی اور حالی طور سے

خیرخواہ دین اور ناصر اسلام ہونا تو اس المخالفین اپنے منہ سے مان چکا تھا خود اُس کے ہی الفاظ اور اس کے منہ کی باتیں اس کے ملزم کرنے کو حجت قوی اور قرینہ قویہ ہیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ اب کوئی عذر باقی نہیں رہا حجت تمام ہو چکی۔ احمق نادان کہتا ہے کہ ایسے اختلافات و التباسات میں کہ بالکل ظلمت ہے اور حق و باطل مخلوط ہے حق کو کیونکر تمیز کریں؟ یہ بالکل غلط بات ہے خدا تعالےٰ جو حق کا حامی اور معاون ہے اور جو بالطبع چاہتا ہے کہ حق بلند ہو کبھی پسند نہیں کرتا کہ التباس ہو۔ معمولی سکوں کے لئے تو معیار ہوں اور کھوٹے کھرے سونے اور ملمع چیزوں کے پرکھ کے لئے کسوٹیاں موجود ہوں اور حق و باطل کے امتیاز کے لئے کوئی بھی معیار نہ ہو اور سچائی سے لئے ہاں روحانی باتوں کے لئے جو انسانی زندگی کی غایت اور مقصود ہیں کوئی معیار نہ ہو۔ دوستو! یاد رکھو ہماری فراستوں نے مغالطہ نہیں کھایا۔ اس سے پہلے ہزاروں ہزار عالموں کو ہم نے دیکھا کسی کی نسبت ہمارا نیک گمان تھا اور کسی کا ہماری نسبت حسن ظن تھا۔ کسی کے ہم مرید تھے اور کوئی ہم کو پیشوا سمجھتا تھا۔ پھر کس بات نے علی وجہ البصیرت ہم کو بتلا دیا کہ یہ مسیح موعود کا دعوی کرنے والا مجدد اپنے دعوے میں سچا ہے اور ضرور ضرور خدا تعالےٰ ہی کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے۔ کیا اگر کوئی مابہ الامتیاز اور معیار نہیں تو یہ سب کے سب لوگ جن میں بڑے بڑے عالم نکتہ رس فاضل شامل ہیں جو اپنی قوم میں ممتاز اور مشار الیہ ہیں نابینا ہیں؟ ایسا نہیں مگر اُن خدمات کو جو اس نے اسلام اور اہل اسلام کی بھی خواہی اور غیرت کے جوش میں کی ہیں جن کا اعتراف یوسف کے بھائیوں مخالفوں کو بھی چھوڑ دیا جاوے تو سب کے علاوہ ایک اور عظیم الشان قرینہ اور حجت ہے جس سے راستباز کی صداقت اور سچائی کا پتہ لگ جاتا ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ قد لبثت فیکم عمرا من قبلہ موٹی سمجھ کے آدمیوں امیوں اور سطحی خیالات والوں تک کو مان لینے پر مجبور کر دیتا ہے۔ ناعاقبت اندیشو! سوچو تو سہی یہ دعوی بڑا دعوی ہے کیا اب ہم نے افترا کیا ہے۔ اس سے پیشتر چالیس برس تک جو ایک بڑا حصہ عمر کا ہے اور جذبات اور نفسانی جوشوں کا زمانہ ہے اور فی الحقیقت جوش شباب ہر قسم کے عہد و پیمان راستی کا برہمزن ہوتا ہے الا ما شاء اللہ کا زمانہ ہے اور تمہارے نزدیک میں بالاتفاق آمین اور مامون ثابت ہوا تو کیا اب اس آخری

حصہ زندگی میں جبکہ عادتاً نفسانی جذبات اور جوش کم ہو چکتے ہیں مفتریانہ زندگی بسر کروں گا
قیاس میں بھی یہ بات نہیں آسکتی یہ دلیل ایک مسکت دلیل ہے ان لوگوں کے لئے جو
گرد و پیش کی زندگی جلنتے ہیں اور اس بات کا علیٰ رؤس الاشہاد رسالوں اور اشتہاروں میں
اقرار کر چکے ہیں کہ ہم مولف براہین احمدیہ کے حالات سے جسقدر واقف ہیں اور کوئی کم
ہوگا۔ باوجود ایسے اقراروں اور اعترافوں کے پہر بھی اس کو مفتری اور کذاب کہنا کیا اپنے
ہی افترا اور کذب کا پتہ دینا نہیں ہے۔ کیا وہ جو اپنی زندگی ایچا پیچوں سے بسر کرتا ہے ؟
ذراسی بات پر آپے سے نکل جاتا اور پاؤں سے اکھڑ جاتا ۔ غصہ اور غیض کی آگ میں جلتا اور
اندر ہی اندر ابلتا ہے ذرا بھی نہیں سوچ سکتا کہ میں اس قابل نہیں کہ مسیح موعود ہو سکوں۔ پہر جبکہ
وہ موعودیت کے مدعی کے حالات سے واقفیت تامہ کا اظہار کر چکا اور خدمات متعلقہ
خیر خواہی اسلام کا اعتراف اور اعلان کر چکا اب اس دعوی مسیح موعود پر مفتری کا شور مچانا
کونسی دانشمندی تھی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ دعوی کہ میں خلیفہ ہو کر آیا ہوں میں مسیح کے نام سے
آیا ہوں ایک نظری بات تھی مگر اس کا عام چال چلن اسکی مالی جانی لسانی حالی مسلمہ خدمات
اسلام اسکو بدیہی شکل میں ہی دکہاتی تہیں۔ خداتعالے کی مصلحت اور گورنمنٹ بے تیز گورنمنٹ
نہیں۔ اس نے مجھکو نہیں چنا۔ اسکو نہیں چنا۔ کسی بنے ہوئے شیخ الکل یا خانہ ساز پیر طریقت
کو برگزیدہ نہیں کیا۔ کیوں ؟ وہ اس قابل نہ تھے۔ یوسف کیوں عزیز بنتا ہے ؟ باپ کا
لاڈلا اور چہیتا اور باقیوں میں سے ممتاز کیوں ہوتا ہے ؟ اسکی ظاہری خوبیوں اور شمائل
کے علاوہ وہ تہال درنہاں علم تاویل الاحادیث اور وہ شوکت ہے جو حضرت یعقوب
کو نظر آتی ہے کہ وہ بادشاہ مصر ہونے والا ہے اور یہ سب اس کے آگے ہاتھ جوڑنے
والے ہیں۔ اب یہی لوگ اپنے درمیان کے راستباز کے پسندیدہ شمائل اور فضائل
کا اعتراف کیتے اور پاک کاموں کو دیکھتے ہیں مگر گہری اور دوربین نظر سے نہیں دیکھ
سکتے۔ افسوس یہ لوگ انسانوں کی شکلیں تو ہیں مگر اندر ممسوخ ہیں۔ چاہیے تہا کہ اپنے بہائی
پر نیک گمان کرتے اور اس کے ایثار پر حسد نہ کرتے۔ خداتعالے نے عائشہ صدیقہ
پر تہمت باندھنے والوں کو تہدید و توبیخ کے پیرایہ میں یہی فرمایا کہ کیوں سنتے ہی تم نے اپنے

بھائیوں اور بہنوں کی نسبت نیک گمان نہ کیا اور خود بخود فیصلہ کر لیا۔ الخبیثات للخبیثین
یعنے ناپاک الزام کے مورد ناپاک زندگی بسر کرنیوالے لوگ ہوا کرتے ہیں۔ پاکوں کے
حق میں پاک باتیں کہنی مناسب ہیں۔ اللہ! اللہ! ایسے شخص کو آخر کار کذاب دجال اور
مفتری کہا۔ جسے پہلے مان چکے تھے کہ وہ اسلام کی خدمتیں بعد رسول کریم صلی اللہ
علیہ وسلم کے ایک شخص ہے اور جو براہین میں دعوٰی کر چکا ہے قد لبثت الخ۔
کیسا ظلم عظیم ہے۔ الغرض موعود کے ماننے کے لئے یا یوں کہو اس کے محبوبین کو
قبول کرنے کے لئے قرینہ قویہ موجود ہے۔ ہم دعوے سے چیلنج کر کے کہتے ہیں کہ
یہ نادان مخالف ہمارے سید و آقا امام کا کوئی جرم بتا نہیں سکتے اور کبھی گواہی نہیں دے
سکتے کہ اس نے کسی زمیندار کی زمین کو ضبط کیا ہو؟ یا شراب خانے میں جا کر وہ کبھی شامل
ہوا ہو؟ یا کسی اور بری اور ناپاک صحبت میں شریک رہا ہو۔ وہ کہہ کیونکر سکتے ہیں جبکہ
ان سب کے اعتراف اسکی صلاح و تقوٰی کی نسبت موجود ہیں تو بس اس کا جرم وہی ہے
جو یوسف کا تھا کہ وہ باپ کی نظروں میں عزیز ہو گیا ہے۔ مگر وہ نادان دیکھ لیں کہ وہ
خدا تعالے کی نظروں میں کسی چالاکی اور پالیسی سے عزیز نہیں ہوا بلکہ اس کا اصل الاصول ہی
یوسف علیہ السلام کے اس قصہ میں خدا تعالے نے خود اسی صدیق یوسف کے منہ
سے نکلوایا ہے اور بطور قاعدہ کلیہ کے بتلا دیا ہے کہ کون اللہ تعالے کی نظر میں
عزیز ہو سکتا ہے! یوسف علیہ السلام اللہ تعالے کی اس نوازش اور احسان عظیم کی
وجہ بتلاتے ہیں کہ انہ من یتق و یصبر فان اللہ لا یضیع اجر المتقین
والصّٰبرین۔ مگر محسنین کے اشارہ نے واضح کر دیا کہ اتقاء اور صبر احسان کو
احسان کے درجہ تک پہونچا دیتا ہے یا یوں کہو کہ صفت احسان سے تقوٰی
اور صبر پیدا ہوتا ہے۔ احسان کی تعریف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمائی
ہے کہ عبادت کرنیوالا اللہ تعالے کو دیکھے یا کم از کم یہ یقین ہو کہ اللہ تعالے مجھے
دیکھتا ہے۔ پس کوئی شخص متقی اور صابر نہیں ہو سکتا جب تک وہ احسان کی صفت
حاصل نہ کرے۔ اس اصول نے قیامت تک بشارت دیدی اور ڈراہی دیا۔

میری روح میں اس وقت ایک خاص لذت اور جوش ہے اور دل چاہتا ہے کہ ایک ایک لفظ کے وہ معارف بیان کروں جو اسکی ترکیب میں خدا تعالےٰ کے فضل سے مجھے اسوقت نظر آتے ہیں مگر میں دیکھتا ہوں کہ خطبہ اس کا متحمل نہیں ہو سکتا اس لئے میں اپنے احباب سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ بہرحال صبر اور تقوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو ممتاز کیا ہے۔ قیامت تک یہ اصول مومنین کے لئے ہو گیا ہے۔ میں اس خیال میں آج سوچتا رہا کہ صبر کے کیا معنے ہیں۔ بہت سی باتیں حل کرنے کے لئے پیدا ہوئیں مگر میں نے ایک عرصہ دراز کے تجربہ اور غور کے بعد قرآن کریم کے حل لغات اور ادراک حقائق کے لئے حضرت امام زمان علیہ السلام کی طرز زندگی کو بہترین ذریعہ پایا ہے مجھے اس اصول سے مزہ آیا ہے اور میں امام کے فعل کو اپنے لئے بے نظیر اور خطا نہ کرنے والی ڈکشنری پاتا ہوں۔ میں نے امام کی طرز زندگی ہی میں صبر کے معنے ٹٹولے تو معلوم ہوا کہ صبر کے معنے عظیم الشان ہونے چاہییں اس لئے کہ نبوت کے مقامات عالیہ میں فتح باب کی کلید صبر ہی لکھا ہے۔ شہوات پر صبر کرنا مصیبتوں اور دکھوں پر صبر کرنا چھوٹی بات ہے خدا کے راستباز صدیق بندوں اور مامورین کی طبیعت ایسی نہیں ہوتی کہ ان کو شہوات کی طرف کشاں کشاں لیجائے اور بندوں ان کو صبر کرنا پڑے۔ میرے نزدیک صبر کی حقیقت ہے بار رسالت کے اٹھانے کے لئے ہر قسم کے فتن اور ابتلاء و امتحان کو بطیب خاطر سہنا اور اپنی عزت و زندگی کے لوازم بقا کی کوئی بھی پروا نہ کرنا۔ کیا اس زمانہ میں امن و چین کی زندگی بسر نہیں ہو سکتی؟ بیشک ایسی تالیفیں ہو سکتی ہیں کہ کسی کو کچھ کہنے کا موقع نہ ملے کوئی نکتہ چینی اور انگشت رکھنے کی جگہ نہ ہو لکھنے والے کا قلم اس کے ماتحت ہے۔ میں کبھی نہیں مانتا کہ وہ روح اور اس کے جذبات پر بھتت لیجاوے۔ بڑے بڑے لوگ اعلاء کلمۃ اللہ میں ہزارہا پس و پیش دیکھتے ہیں۔ اگر کسی انجمن برائے نام حمایت اسلام کا مثلاً کوئی رافضی پریسیڈنٹ ہے تو بڑی احتیاطیں کرتے ہیں کہ مبادا کوئی کلمہ اس کے خلاف نہ نکل جائے۔ پس ایسے کور فطرت مداہن جیفہ دنیا کو پسند کرنے والے صابر کہلا سکتے متقی بن سکتے یوسف کی طرح محسود اخوان ہو سکتے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام مبطلوں کو کہہ سکتے ہیں کہ انا برآؤ منکم الآیہ۔ اسی لئے وہ خدا سے نصرت نہیں

پا سکتے۔ یہ حظ عظیم نصرت و تائید الٰہی برادوں کا حصہ ہوتا ہے کہ وہ مداہنہ سے پاک اور اللہ تعالےٰ کی راہ میں اس کے اعلاء کلمہ میں پہلے ہی سے یہ مان لیتے ہیں کہ پاش پاش کیوں نہ ہوں بال بچے ذبح کئے جائیں تو بھی وہ اظہار حق سے رک نہیں سکیں گے۔ اُن کا بال بال پکارتا ہے کہ

نمی باید مرا کیذرہ عزتہاے ایں دنیا۔ منہ از بہر ما کرسی کہ ماموریم خدمت را
ہمہ در دور ایں عالم امان و عافیت خواہند۔ خلاف من کہ میخواہم برائے یار ذلت را

وہ دنیا اور اسکی جھوٹی عزتوں کی جہاں پروا نہیں کرتا وہاں اُسے دنیا اور اُسکی خود تراشیدہ ذلتوں کا بھی خیال نہیں ہوتا بلکہ اس کا عمل خود تبلادیتا ہے کہ وہ ان اشعار مذکورہ کے کہنے میں بالکل راستباز ہے اور **موتوا قبل ان تموتوا** پر اُس کا عمل ہے۔ یہ ایک راز الٰہی ہے کہ وہ بچ جاوے اور اُس ذلت سے عزت اور ہلاکت سے زندگی پا جاوے مگر وہ اپنی ذات میں روح کے پورے جذب اور جوش سے اُن تمام مصائب اور آلام کے اٹھانے کو بطیب خاطر طیار ہوتا ہے گیا وہ گول مول تحریریں شایع نہیں کر سکتا کہ جس سے مخالفوں کو بھی خردگیری کا موقع نہ ملے اور موافق بھی خوش ہو جاویں مگر وہ اس کو پسند نہیں کرتا۔ وہ اعلائے کلمہ اس میں نہیں دیکھتا اور ایک عارضی اور نمائشی دکھ کی پروا فطرتاً نہیں کر سکتا۔ پس یہ صبر ہے خواہ کتنے ہی مصائب اور دکھ پہونچیں مگر وہ خدا تعالیٰ کی صفات کے پھیلانے اور اظہار کے لئے انکی پروا نہیں کرتا۔ پس وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ ایک طرف تو وہ یوسف کی طرح یکہ و تنہا ہے اور دوسری طرف بدخواہ حاسد بھائیوں کی ایک جماعت جن کو اپنی شوکت و طاقت پر گھمنڈ اور ناز ہوتا ہے دعوے سے **نحن عصبة** کہتے ہیں۔ مگر وہ ایک کامیاب ہو جاتا ہے۔ کیوں؟ اس کا صبر اور اتقا اللہ تعالےٰ کی نظر میں اس کو محبوب بنا دیتا ہے اور اس کے خلاف میں کیسی ہی جماعت کیوں نہ ہو کامیاب نہیں ہوتی۔ مولوی اور پیرزادے کہلانے والے اعلاء کلمۃ اللہ کے قابل نہیں کیونکہ ان کو برادری کے اصولوں سوسائٹی کے قواعد ابنائے جنس کی ملامتوں کا اندیشہ اور بڑے بڑے لوگوں کی خاطر داریاں اجازت نہیں دیتیں کہ حق کہیں۔ وہ قوم سے کچھ کہتے اور حکام سے منافقانہ طور پر کچھ کہتے ہیں۔ قوم اور اپنے مولویوں کے طبقہ میں تو مہدی کے آنے کا اعتراف کرتے اور خونی مہدی کا انتظار کرتے ہیں اور صلحکاری اور امن پھیلانے والے مدعی مہدی کا انکار کرتے اور کفر کا بلکہ قتل کا فتویٰ دیتے ہیں لیکن گورنمنٹ کو دھوکہ دینے کے لئے چند بیگہ زمین کی خاطر چند پرچے چھپوا کر اپنی خدماتوں کے ذیل میں مہدی کا انکار کرتے ہیں اور دھوکہ دیکر گورنمنٹ کو ایک طرف قوم کو دوسری طرف مغالطہ میں ڈالنا چاہتے ہیں تکلیف اندر آرام۔

چاہتے ہیں۔ عزت کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ مگر اس جاہ طلبی اور عزت کی خواہش سے ذلت نکلتی ہے خدا کا مومن دنیا کی ذلت کی پروا نہیں کرتا۔ وہ قومی خطاب کا خواہشمند نہیں۔ اسے خدا خود خطاب دیتا ہے۔ غرض سنت اللہ اسی طرح چلی آئی ہے۔ وہ جو یوسف کے بدخواہ تھے اور ذلت چاہتے تھے خود ہی ذلیل ہوئے اور وہ عزیز مصر ہو گیا۔ میں بالآخر پھر اپنی جماعت کی طرف خطاب کر کے کہتا ہوں کہ ان پر حجت پوری ہو چکی جنہوں نے تسلیم نہیں کیا ان کا معاملہ خدا سے ہے۔ مگر ہم نے تو سمجھ لیا اور پرکھ کر مان لیا ہے۔ ہم بڑے ذمہ دار ہیں۔ اگر ہم خدا تعالے سے نصرت چاہتے ہیں اور ضرور چاہتے ہیں تو چاہیے کہ صابر اور متقی بنجاویں۔ اللہ تعالے نے صادقوں کو ذلت چاہنے والوں کو عزیز نہیں بنایا۔ خدا تعالے مجھے اور آپ سب کو متقی اور صابر بنا دے اور وہ کامیابیاں دکھاوے جو متقیوں اور صابروں کو دی جاتی ہیں۔ آمین۔

خطبہ نمبر دوازدہم

اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ و اشھد ان محمدا عبدہ ورسولہ۔ اما بعد اعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم۔ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ خبیر بما تعملون۔ ولا تکونوا کالذین نسوا اللّٰہ فانسٰھم انفسھم اولٰئک ھم الفاسقون لا یستوی اصحاب النار واصحاب الجنۃ اصحٰب الجنّۃ ھم الفائزون

یہ کلمات طیبات جن کو میں نے ابھی پڑھا ہے۔ قرآن شریف کی آیتیں ہیں جو خدا تعالے کا کامل کلام ہے۔ ان پاک آیتوں میں تاکید یہ ہوتی ہے کہ یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللّٰہ الی الآیہ۔ لوگو! مومن کہلاتے ہو اور تم اس بات کو جانتے ہو کہ اللہ تعالے گندے اور ناپاک لوگوں کو پسند نہیں کرتا وہ پاک ہے۔ پس وہ قدوس خدا پاکیزگی اور طہارت چاہتا ہے تو پھر اس دعوی ایمان کے ساتھ متقی بنجاؤ۔ اور متقی بھی ظاہر کے نہیں۔ اس لئے نہیں کہ لوگ تمہیں متقی اور پرہیزگار کہیں۔ یا مجلسوں میں تمہاری تعریف کریں۔ نہیں نہیں اتقوا اللّٰہ

اللہ تعالٰی کے متقی بنو۔ متقی کے لئے یہ ضروری باتیں ہیں۔

اولاً ہر ایک کام جب کرو۔ اٹھتے۔ بیٹھتے۔ چلتے۔ پھرتے۔ دشمنی میں۔ دوستی میں عداوت اور محبت میں۔ مقدمہ ہو یا صلح ہو۔ غرض ہر حالت میں یہ امر خوب ذہن نشین رکھو کہ نہیں معلوم موت کی گھڑی کس وقت آجائے۔ وہ کونسا وقت ہوگا جب دنیا سے اٹھ جائیں گے۔ اور اس وقت ماں باپ بیوی بچے دوست یار کنبے کے بڑے بڑے ہمدردی کا دم بھرنے والے انسان۔ مال۔ دولت۔ غرض کوئی چیز نہ ہوگی جو اُسوقت ساتھ دے سکے۔ اُسوقت اگر کوئی چیز ساتھ جا سکے گی تو وہ وہی انسان کا عمل ہوگا۔ خواہ اچھا ہو خواہ برا ہو۔ اور جیسا عمل ہوگا ویسا ہی اُس کا پھل ملے گا۔

جیسے تم ہر روز دنیا میں دیکھتے ہو کہ ایک زمیندار گیہوں کے بیج بو کر جو یا جو بو کر گنے کا پھل نہیں لے سکتا۔ پس اسی طرح پر جیسے عمل ہوں گے۔ بدلہ اُن کے ہی موافق اور رنگ کا ہوگا۔ یہی سچی بات ہے کہ بھلے کام کا پھل دنیا اچھا اٹھاتی ہے۔ پس یہ بات ضرور ضرور یاد رکھو کہ جن کی خاطر انسان عداوتیں اور دشمنیاں کرتا ہے اور مکر و فریب اور کیا کیا شرارتیں کرتا ہے۔ وہ اس آخری ساعت میں اس کے ساتھ نہ جائیں گی۔ اکیلا ہی آیا ہے اور اکیلا ہی چلا جائے گا۔ بادشاہوں کی بادشاہت۔ امیروں کی امارت۔ دوستوں کی دوستی۔ کنبہ۔ گھر۔ پڑوس۔ گاؤں اور سارے شہر کے رشتہ دار یہیں رہ جاتے ہیں۔ پس ان ساری باتوں کو غور کرو اور موت کی آنے والی اور یقیناً آنے والی اور نہ ٹلنے والی گھڑی کا خیال رکھو۔ اور اس خیال کے ساتھ ہی کل کا فکر آج کرو اور اپنے اعمال کا محاسبہ اور پڑتال کر لو۔ کیونکہ نیک بدلہ تب ہی ملے گا جب کہ اعمال بھی نیک ہوں گے۔

ثانیاً۔ متقی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ایمان سچا ایمان ہو۔ اور اس کے عقائد نیک عقائد ہوں۔ اور پھر اس پر اعمال بھی نیک ہوں۔ ایمان کے اصول صاف ہیں۔ قدوس اور پاک خدا قدوسیت چاہتا ہے۔ ناپاک انسان پاک ذات سے تعلق پیدا نہیں کر سکتا۔ تم اپنے اندر اس بات کو دیکھو کہ کیا کوئی بھلا مانس اور شریف پسند کرتا ہے کہ وہ بدمعاش اور بدنام آدمیوں کے ساتھ ملے اور تعلق پیدا کرے۔ پھر اس پر قیاس کرو کہ وہ خدا

جو قدوسوں کا قدوس اور پاک ہے۔ جو تمام محامد اور خوبیوں کا مجموعہ اور سرچشمہ ہے کب پسند کر سکتا ہے کہ گندے اور ناپاک لوگ اُس سے تعلق رکھ سکیں۔ پس اگر خدا سے رشتہ قائم رکھنا چاہتے ہو اور اس کو خوش کرنا پسند کرتے اور ضروری سمجھتے ہو تو خود بھی پاک ہو جاؤ اور اسپر سچا ایمان لاؤ کہ تمام محامد اور تعریفوں اور خوبیوں کے لئے وہی ایک پاک ذات سزاوار ہے۔ جس طرح سے اللہ تعالےٰ اپنی مخلوق پر رحم کرتا۔ اور شفقت اور پیار کی نگاہ سے دیکھتا ہے تم بھی اس کی مخلوق کے ساتھ سچی محبت اور حقیقی شفقت کرو۔ اور رحم اور ہمدردی کے ساتھ ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ کرو۔ سوچو! اور غور کرو کہ تقویٰ کے سوا فائدہ نہیں۔ خدا تعالےٰ نے صاف صاف لفظوں میں اس بات کو کھول کھول کر بیان کیا ہے کہ مغرب یا مشرق کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ہی نیکی نہیں بلکہ سچا ایمان خدا کو مطلوب ہے۔ اس لئے اس بات پر ایمان لاؤ کہ وہ خدا قدوس ہے۔ تمام رحمتوں۔ بزرگیوں اور سچائیوں کا سرچشمہ ہے اور اس کے قرب کے لئے ضروری ہے کہ ہم بھی اللہ تعالےٰ کی اُن صفات کا پورا لحاظ کریں خدا تعالےٰ کی صفت ہے کہ بدکار اور غافل بھی اس کی ربوبیت سے فیض پاتے ہیں اور حصہ لیتے ہیں۔ پس تم بھی خدا کی مخلوق کے ساتھ مہربانی اور سلوک کرنے میں مسلم غیر مسلم کی قید اٹھا دو۔ اور تمام بنی نوع انسان سے جہاں تک ممکن ہو احسان کرو خدا رب العالمین ہے یہ بھی رحیم لعالمین ہو جائے۔ پس یہ تقویٰ ہے۔

ایسے لوگوں کی طرف مت جاؤ جن کی نسبت فرمایا کہ نَسُوا اللّٰہَ فَاَنسٰھُمْ انفسھم اولئک ھُمُ الفاسقون۔ یعنے جنہوں نے اُس رحمت اور پاکی کے سرچشمہ قدوس خدا کو چھوڑ دیا۔ اور اپنی شرارتوں چالاکیوں ناعاقبت اندیشیوں غرض قسم قسم کی حیلہ سازیوں اور روباہ بازیوں سے کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ مشکلات انسان پر آتی ہیں۔ بہت سی ضرورتیں انسان کو لاحق ہیں۔ کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے۔ دوست بھی ہوتے ہیں دشمن بھی ہوتے ہیں۔ مگر ان تمام حالتوں میں متقی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ خیال اور لحاظ رکھتا ہے کہ خدا سے بگاڑ نہ ہو۔ دوست

پر بھروسہ ہو - ممکن ہے کہ وہ دوست مصیبت سے پیشتر دنیا سے اٹھ جاوے یا وہ مشکلات میں پھنسکر اس قابل نہ رہے - حاکم پر بھروسہ ہو تو ممکن ہے کہ حاکم کی تبدیلی ہو جاوے اور وہ فائدہ اُس سے نہ پہنچ سکے - اور ان احباب اور رشتہ داروں کو جن سے امید اور کامل بھروسہ ہو کہ وہ رنج اور تکلیف میں امداد دیں گے - اللہ تعالٰے اُس ضرورت کے وقت ان کو اس قدر دور ڈال دے کہ وہ کام نہ آسکیں - پس ہر آن خدا سے تعلق نہ چھوڑنا چاہیے جو زندگی موت کسی حال میں ہم سے جدا نہیں ہو سکتا - پس خدا تعالٰے فرماتا ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے خدا سے قطع تعلق کر لیا ہے - اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ تم دکھوں سے محفوظ نہ رہ سکو گے اور سکھ نہ پاؤ گے - بلکہ ہر طرف سے ذلت کی مار ہو گی اور ممکن ہے کہ وہ ذلت تم کو دوستوں ہی کی طرف سے آجاوے - ایسے لوگ جو خدا سے قطع تعلق کرتے ہیں وہ کون ہوتے ہیں ؟ وہ فاسق فاجر ہوتے ہیں - ان میں سچا اخلاص اور ایمان نہیں ہوتا - یہی نہیں کہ وہ ایمان کے کچے ہیں - نہیں ان میں شفقت علی خلق اللہ بھی نہیں ہوتی -

یاد رکھو کبھی یہ بات نہیں ہو سکتی کہ قدوس کے متبع اور بھلے مانس ذلیل ہوں نہیں ! وہ دنیا میں - قبر میں - حشر میں - جنت میں عیش اور سچا آرام پاتے ہیں - وہ اُن لوگوں سے جو آگ میں جل رہے ہیں برابر نہیں اور ہرگز نہیں - وہ لوگ جو سچے راستباز اور متقی ہیں اور ہمیشہ سکھ پاتے ہیں - یہ لوگ ہی آخر کار کامیاب ہونے والے ہیں -

میں پھر آخر میں کہتا ہوں کہ کامل ایمان کے بدون انسان اس درجہ پر نہیں پہنچتا کامل ایمان یہی ہے کہ اسمائے الٰہی پر ایمان لاؤ کہ اللہ تعالٰے ظالم نہیں ہے کہ ایک ناپاک اور گندے کو ایک پاک اور مومن سے ملاوے اور گندے کو عزت دیوے پھر کامل ایمان میں سے یہ بات ہے کہ اللہ تعالٰے کے وسائط پر ایمان لاؤ یعنے ملائکہ پر - اللہ تعالٰے کی کتابوں پر ایمان لاؤ - وفادار ہو - عسر و یسر میں قدم آگے ہی بڑھاؤ اور جزا و سزا پر ایمان لاؤ - نمازوں کو مضبوط کرو اور زکوٰتیں دو - غرض یہ

لوگ ہوتے ہیں جو متقی کہلاتے ہیں۔ خدا یتعالے نے آپ کو اور مجھے توفیق دے کہ
ہم متقی بن جاویں۔ یاد رکھو کہ دنیا سے وہی تعلق ہو جو خدا چاہتا ہے۔ آخر جیت
راستبازوں ہی کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالے مخفی در مخفی حالات کا واقف ہے۔
ہمیشہ اس کے پاک قانون کے متبع بنو۔ اور ہر حالت میں رضائے الہی کے طالب
رہو اور اس پاک چشمہ سے دور نہ ہو۔ آمین۔

آج مسلمانوں کے خطیبوں میں نہیں ہیں مگر میں عدم گنجائش کی وجہ سے ایسا نہیں کر سکا۔ تاہم اسقدر بیان کرنا ضروری ہے۔ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے خطبات اور صحابہ کرام کے خطبات پر نظر کرنیسے پتہ لگتا ہے کہ خطیب ضروریات قوم کا (خواہ وہ انکی اخلاقی حالت سے متعلق ہوں یا تمدنی اور سیاسی امور سے وابستہ) پورا اندازہ کر لیا کرتا تھا اور ان ضروریات کا احساس قوم میں پیدا کرنیکے واسطے انکے قدر و مرتبہ کے موافق الفاظ استعمال کیا کرتا تھا۔ لیکن اس زمانہ میں مسلمان خطیبوں کی جو حالت ہے اور جو کچھ خطبوں میں بیان کیا جاتا ہے اسکا ذکر کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ خطیب کو ضروریات زمانہ کا احساس نہیں ہوتا اور سننے والوں کو پتہ نہیں کہ وہ کیا کہتا ہے ایک ہی معمولی طرز اور ایک ہی قسم کے خطبات ہیں جو آجکل پڑھے جاتے ہیں۔

لیکن خدا کا شکر کرنا چاہیئے کہ اسکے برگزیدہ امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آنے کے ساتھ ہی اسکی قوم میں مسلمانوں کے اس پیارے سلسلہ میں بھی تجدید ہو گئی۔ اور پھر وہی صحابہ کرام کا سا زمانہ نظر آیا جب کہ بولنے والا اپنے مضمون کے موضوع کو سمجھتا اور قوم کو سمجھانا اور اسپر اثر ڈالنا اپنے مدنظر رکھتا ہے۔

حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی ایدہ اللہ بروح القدس (جنکے خطبات کا مجموعہ یہ رسالہ ہے) کو خدا تعالےٰ نے حضرت امام حجۃ الاسلام اور آپ کی جماعت کو نماز پڑھانے کے لئے امام چنا اور انہوں نے اپنے خطبات میں وہی رنگ اور طرز ادا اختیار کیا۔ مینے آپکے خطبات کو اسی غرض سے لکھنا اور مرتب کرنا شروع کیا تھا کہ ان میں وہ باتیں ہیں جنکی آج مسلمانوں کو ضرورت ہے۔ ان میں قرآن کریم کی عظمت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی جلالت شان اور خدا تعالےٰ کے مسیح و مہدی کی ضرورت اور صداقت کو ذہن نشین کرنا ملحوظ رکھا گیا ہے۔ اور ساتھ ہی ان امور کا بیان ہے جو احمدی قوم کے شیرازہ قوم کو درست رکھنے کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان مطالب کو نہایت فصیح و بلیغ زبان میں ادا کیا گیا ہے۔

پس اس خیال سے کہ دقیانوسی خطبات کا سلسلہ متروک ہو جاوے اور قوم میں خطبات کا اصلی معنوں میں احیاء ہو۔ مینے ان خطبات کو جمع کیا ہے۔ احمدی قوم کو خصوصیت سے چاہیئے کہ وہ جمعہ کی نمازوں میں انہی خطبات کو پڑھا کرے۔ اس سلسلہ میں چار اور رسالے یکے بعد دیگرے شائع ہونگے پھر حضرت حکیم الامۃ کے خطبات میں جمع کرونگا انشاء اللہ العزیز یہی میری غرض اور غایت اور یہ ہے میری نیت وَاِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ۔

یہ کام قوم کا ہوگا کہ وہ ایسی مفید اور ضروری تالیفات کی اشاعت کرے۔ مینے ان خطبات کو سن کر لکھا ہے۔ اسلئے یہ قرین قیاس نہیں یقینی امر ہے کہ میں پورے طور پر ان خطبات کو قلمبند کرنے پر قادر نہیں ہو سکا تاہم مینے جو کچھ کیا ہے میں سمجھتا ہوں وہ مفید ہے اور مفید ہی سمجھکر اسے شائع کرتا ہوں خدا تعالےٰ میری اس ناچیز خدمت کو قبول فرماوے اور مجھے اور پڑھنے والوں کو ان باتوں پر عمل کی توفیق دے جو ان میں بیان ہوئی ہیں۔ آمین

دار الامان قادیان ۲۴ر جنوری ۱۹۰۵ء	خاکسار خادم قوم یعقوب علی تراب احمدی ایڈیٹر الحکم و مرتب تفسیر القرآن

کارخانہ الحکم کی قابل قدر اور مفید قوم کتابین

(صرف دفتر الحکم قادیان سے ہی ملینگی)

(اس اشتہار مین ان کتابون کا نام لکھونگا جو مرتب ہو رہی ہین یا چھپ رہی ہین)

(۱) **مراۃ الجہاد** - سید حضرات حسین صاحب احمدی مونگیری کی ایک عجیب و غریب کتاب ہے جو مسئلہ جہاد پر سیر کن بحث اپنے اندر رکھتی ہے .. ۳۰ صفحہ تک پریس مین آچکی ہے یعنے چھپ رہی ہے۔

(۲) **حضرت ابو بکر صدیق رضی کی لائف** - ایک عربی کتاب کا اردو ترجمہ مع مفید نوٹون اور حواشی کی۔ یہ کتاب بھی چھپ جانیپر قابل دید ہوگی

(۳) **نماز کی حقیقت** - دو ہزار چھپنی شروع ہوئی ہے مفصل اشتہار الحکم مین موجود ہے۔

(۴) **فوز الکبیر کا اردو ترجمہ** - شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بےنظیر کتاب اصول تفسیر مین جسپر مترجم نے عجیب اور مفید حواشی چڑھائے ہین حضرت حکیم الامت کی اصلاح سے شائع ہوگی۔ قرآن مجید کی مشکل الفاظ کا ایک فرہنگ بھی جسکے ساتھ ہوگا۔ اس فرہنگ مین وہی معنے عموماً درج ہون گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ سے مروی ہین۔ اور جہان ممکن ہوگا امام حجۃ الاسلام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معانی بھی دیے جائینگے

(۵) **سلک مروارید کا دوسرا حصہ** - جو لوگ موتیون کی لڑی کا پہلا حصہ پڑھ چکے ہین انکے سامنے اس حصہ کے متعلق کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہین ہے

(۶) **مکتوبات احمدیہ** - حضرت امام الملتہ کے مکتوبات۔

ان کتابون مین سے نمبر اول و سوم و پنجم پریس مین ہین یعنے لکھی جا رہی اور چھپ رہی ہین نمبر اول قریب الختم ہے نمبر ۵ شروع ہین۔ نمبر ۶ مرتب ہو چکی۔ نمبر ۳ و ۴ کا کسیقدر کام ابھی باقی ہے۔

خریداران الحکم مین سے اگر ان کتابون کو کوئی شخص نہ لینا چاہتا ہو تو اطلاع دیدے ورنہ جون جون چھپتی جاوینگی بذریعہ وی پی ارسال ہوتی رہینگی۔

ایڈیٹر الحکم قادیان۔